

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان
ماہنامہ
ندائے شاہی
مرادآباد
بانی، حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد
مدیر: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
نبی اُمی ﷺ کا مشن
نظر وفکر
اسلام اور حسن سلوک
درس حدیث
سلف صالحین کے
روشن ملفوظات وواقعات
عزت وشرف کے حامل کیسے بنیں؟
نفس کی چالبازیوں سے ہوشیار رہیے!
پردہ اور حجاب
اہمیت اور ضرورت
سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
اولیات صحابہ
مواعظ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ
مواعظ صحابہ
ذکر رفتگاں
مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحبؒ
رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی پاکستان
خیار عیب کے مسائل
کتاب المسائل
دسمبر
۲۰۲۲ء
قیمت
۵۰/روپے

مدھیہ پردیش میں تبدیلیٔ مذہب قانون پر روک

بھوپال 20 ؍نومبر: بھوپال ہائی کورٹ نے بی جے پی حکومت کی طرف سے حال ہی میں منظور کردہ تبدیلیٔ مذہب قانون کی بعض شقوں کو خلافِ دستور قرار دیتے ہوئے اُسے رد کرنے کا فیصلہ صادر کیا ہے۔ اِس قانون میں بین المذاہب شادیوں پر روک لگاتے ہوئے مذہب تبدیل کرنے والے فریق پر شادی سے ۶۰؍دن قبل مجسٹریٹ کو مطلع کرنے کی شرط لگائی گئی ہے۔ عدالت نے اِس شرط کو آئین کے خلاف قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ اِس سے فرد کی آزادی متأثر ہوتی ہے۔ اِطلاعات کے مطابق صوبائی حکومت ہائی کورٹ کے اِس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔

قطر میں فٹبال ورلڈ کپ کے دوران اِسلام کی تبلیغ

دوحہ 20 ؍نومبر: فٹ بال کے عالمی مقابلوں (فیفا) کا انعقاد اِس سال مشرقِ وسطیٰ کے تیل کی دولت سے مالا مال ملک ''قطر'' میں ہو رہا ہے۔ اور اِس میں اَنوکھی بات یہ ہے کہ میچ میں ثقافتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دعوتی پروگراموں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ذرائع کے مطابق مبلغین اِسلام کے بیانات سے متأثر ہو کر کئی سو غیر مسلم اَب تک اِسلام قبول کر چکے ہیں۔

واضح ہو کہ قطر حکومت نے اِس عالمی تقریب میں اِسلامی شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے فٹ بال شائقین پر کئی طرح کی پابندیاں عائد کی ہیں، مثلاً: خواتین عریانیت والے لباس میں سامنے نہیں آ سکتیں، اور مرد حضرات بھی عوامی مقامات پر بے لباس نہیں ہو سکتے۔ اِسی طرح برسرِ عام شراب پینے پلانے پر بھی سخت پابندی ہے، اور خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ اور قید کی سزا کا التزام کیا گیا ہے۔

قطر انتظامیہ نے گذشتہ روز ''المانیہ'' کے وفد کے جہاز کو دوحہ ایئرپورٹ پر اُترنے سے روک دیا؛ کیوں کہ اُس جہاز پر ''ہم جنسی'' کی طرف راغب کرنے والی تصاویر نمایاں تھیں؛ چناں چہ وہ وفد پہلے عمان کی راجدھانی ''مسقط'' میں اُترا، اور وہاں سے جہاز بدل کر مسافروں کو دوحہ لایا گیا۔ واضح رہے کہ یہ رویہ ''ورلڈ کپ'' کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنایا گیا ہے۔

''ساورکر'' نے گاندھی کے قتل میں مدد کی: تشار گاندھی

''مہاتما گاندھی'' کے پوتے ''تشار گاندھی'' نے اِلزام لگایا ہے کہ سنگھ پریوار کے نظریاتی رہنما ''ساورکر'' نے نہ صرف انگریز سے معافی نامہ حاصل کیا تھا؛ بلکہ اُنہوں نے ہی مہاتما گاندھی کے قاتل ''ناتھورام گوڈسے'' کو گاندھی کے قتل کے لئے ہتھیار فراہم کرنے میں مدد کی تھی، اِس حرکت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ◻◻

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی واصلاحی رسالہ



جلد: 34
شمارہ: 12
جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ
دسمبر ۲۰۲۲ء

سالانہ زرِتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 700 اعزازی (۲۰ رسال کے لئے) -/10,000 روپے

سالانہ زرتعاون: 500 روپے ❖ سالانہ زرتعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): -/250 روپے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412677469

Website: www.madrasashahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:-** (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محرر:- محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:-** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری **کمپیوٹر کتابت:-** نعیم الدین قاسمی

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distributed at Darut-talaba Lal Bagh, Moradabad
Editor: Maulana Syed Ashhad Rashidi, Mohtamim Jamia Qasmia Madrasa Shahi





اِس شمارے میں

نورِ ہدایت:

اہلِ کتاب کو تنبیہ

ارشادِ ربانی: وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ. ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ. (آل عمران، جزء آیت: ۱۱۰، وآیت: ۱۱۱-۱۱۲)

ترجمہ: ’’اور اگر اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) اِیمان لاتے تو اُن کے لئے بہتر تھا، (مگر) کچھ تو اُن میں سے مؤمن ہیں، اور اکثر اُن میں نافرمان (کافر) ہیں۔ وہ زبانی ستانے کے علاوہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے، اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیریں گے (شکست کھائیں گے) پھر اُن کی کوئی مدد نہ ہوگی، وہ جہاں بھی رہیں اُن پر ذلت مقرر کردی گئی ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے یا لوگوں کے ذمہ سے، اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا غصہ سمیٹا، اور اُن پر ذلت ومسکنت لازم کردی گئی، یہ اِس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے ہیں، اور پیغمبروں کے ناحق قتل کے مرتکب ہوئے ہیں، اِس واسطے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے آگے نکل گئے‘‘۔

اِن آیات میں فرمایا گیا کہ اگر یہود ونصاریٰ ضد اور حسد کا راستہ چھوڑ کر اِسلام لے آئیں، تو یہ اُن کے لئے بہتر رہے گا؛ چناں چہ ایسے اہلِ کتاب کے بارے میں دوہرے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے؛ لیکن اگر وہ اِیمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اُن کی اکثریت کا حال ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ وہ ذلیل تھے اور ذلیل رہیں گے۔ اگر اُنہیں کچھ عزت وراحت ملے گی بھی تو وہ یا تو اللہ سے یا لوگوں کے معاہدۂ اَمن سے مل سکتی ہے، مگر وہ بھی پائیدار نہ ہوگی، اور بالآخر اُن کا انجام ذلت ہی ذلت ہوگا۔ اور اُن کی یہ بری حالت خود اُن کے سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے ہے کہ اُنہوں نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا؛ بلکہ آخری درجہ سے خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی طرف بھیجے گئے حضرات انبیاء علیہم السلام کے خونِ ناحق سے اُنہوں نے اپنے ہاتھ رنگین کرلئے، اِس سے زیادہ بدبختی اور نحوست کی اور کیا بات ہوسکتی ہے؟ اِس لئے وہ بڑی سے بڑی سزا کے مستحق ہیں۔

نظر وفکر:

محمد سلمان منصورپوری
Mansoorpuri
@gmail.com

نبی اُمی ﷺ کا مشن (۴)

آسان شریعت

(٦) پھر آپ کی یہ صفت بیان ہوئی کہ: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی حضور اکرم علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو سخت احکامات پُرانی اُمتوں کو دئے گئے تھے، آپ نے اُن کو ختم فرمادیا۔ مثلاً: پاکی حاصل کرنے کے لئے کپڑے کو کاٹ دینا یا کھال کو چھیل دینا یا صدقہ کی قبولیت کے لئے آسمان سے آگ آکر اُسے جلا دینا وغیرہ۔ یا اُن کی نافرمانیوں کے سبب اُن پر بعض چیزیں حرام کردی گئی تھیں؛ جیسا کہ اِرشاد خداوندی ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ.

(الأنعام: ١٤٦)

اور یہود پر ہم نے حرام کیا تھا ہر ناخون والا جانور (جس کی اُنگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے: اُونٹ، شتر مرغ، بطخ، مرغ وغیرہ) اور گائے بکری میں سے اُن کی چربی حرام کی تھی، الا یہ کہ جو اُن کی پشت پر یا انتڑیوں پر لگی ہو، یا وہ چربی جو ہڈی کے ساتھ ملی ہو (وہ حرام نہ تھی) یہ ہم نے اُن کو سزا دی تھی اُن کی شرارت پر، اور ہم سچ کہتے ہیں۔

تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اُن سب پابندیوں کو ختم فرمادیا۔ اور اُمت کے سامنے بہت آسان دین پیش فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ”کون سا دین اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ”اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ“ (یعنی سیدھا اور آسان) (مسند احمد/عن ابن عباس رقم: ۲۱۰۷، صحیح البخاری تعلیقاً/ باب: الدین یسر)

گویا کہ گذشتہ دینوں کے مقابلے میں دین اِسلام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، جو ملت ابراہیمی پر مشتمل ہے، اور نسبتاً آسان ہے۔

چناں چہ ایک روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا: ''إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ، إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ''. (مسند أحمد رقم: ١٥٩٣٦) (یعنی سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہے) یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ اِرشاد فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُمراء اور ذمہ داروں کو یہ تاکید فرماتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ سختی اور تنگی کا معاملہ نہ کریں؛ بلکہ جہاں تک ممکن ہو، آسانی اور سہولت کا معاملہ کریں۔

چناں چہ آپ نے سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی کہ:

بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَيَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا. (تفسير ابن كثير مكمل ص: ٥٤٧ دار السلام رياض)

لوگوں کو خوش خبریاں سناؤ اور اُنہیں دین سے متنفر مت کرو، اور سہولتیں پیدا کرو اور تنگی سے پیش مت آؤ، اور آپس میں اتفاق رکھو اور اختلاف مت کرو۔

نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَاءَ وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ. (سنن ابن ماجة، كتاب الطلاق رقم: ٢٠٤٣)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے بھول چوک معاف فرمادی ہے، اور جس چیز پر مجبور کردیا جائے اُس کا (آخرت میں) گناہ بھی معاف ہے۔

علاوہ ازیں اُمت محمدیہ پر ایک بڑا اِنعام یہ فرمایا کہ دل میں ازخود پیدا شدہ خیالات اور باتوں پر کسی طرح کا مؤاخذہ نہ ہونے کا اعلان کردیا گیا؛ چناں چہ اِرشادِ نبوی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ. (صحيح البخاري / كتاب الطلاق رقم: ٥٢٦٩)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے اُن باتوں کو درگذر فرمادیا ہے جو اُن کے دلوں میں آتی ہیں؛ تا آں کہ اُن پر عمل ہو یا زبان سے اِظہار ہو۔

نیز ایک حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت پر یہ احسان فرمایا کہ جو شخص کسی نیکی کا محض اِرادہ کرتا ہے اگرچہ اُس پر عمل نہ کرے، پھر بھی اللہ تعالیٰ اُسے ایک کامل نیکی کا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اور

اگر اِرادے کے بعد اُسے عمل میں بھی لے آئے تو اُس کے لئے دس گنا سے سات سو؛ بلکہ اور زیادہ مقدار میں ثواب سے نوازتے ہیں۔

اِس کے برخلاف جو شخص کسی برائی کا اِرادہ کرے؛ لیکن اُس پر عمل نہ کرے اور اُس سے باز آجائے، تو اِس پر بھی اُس کے نامۂ اعمال میں ایک کامل نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور اگر برائی پر عمل کرلے تو صرف ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے''۔ (بخاری شریف/کتاب الرقاق حدیث:۶۴۹۱)

اِسی بنا پر سورۂ بقرہ کے اخیر میں یہ دعائیں تلقین کی گئی ہیں:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ. (البقرة: ٢٨٦)

اے ہمارے رب! ہماری بھول چوک پر ہم سے مؤاخذہ مت فرمایئے۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ مت ڈالئے جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلی اُمتوں پر ڈالا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اُن باتوں کا مکلّف مت بنایئے جو ہمارے بس سے باہر ہوں۔ اور ہمیں معاف کردیجئے، اور ہماری مغفرت فرمادیجئے، اور ہم پر رحم فرمایئے، آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں، پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے۔

اَحادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب دعائیں اُمت کے حق میں قبول ہوچکی ہیں۔

بریں بنا اِس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اِسلام میں ثابت شدہ کوئی بھی حکم ہماری طاقت سے باہر نہیں ہے؛ بلکہ اُس پر عمل کرنا آسان ہے؛ البتہ ہمت اور عزم ضروری ہے؛ لہٰذا جو یہ کہے کہ میرے لئے دین پر چلنا مشکل ہورہا ہے وہ اپنے ارادے پر غور کرے، دراصل ارادے اور عزم میں کمی ہوتی ہے؛ اِسی لئے دین مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر عزم کرلیا جائے تو بڑے سے بڑا عمل مشکل نہیں رہتا۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ. (الحج، جزء آيت: ٧٨)

اُس نے تمہیں منتخب کرلیا ہے، اور اُس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، تمہیں تمہارے جدِ اَمجد ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم فرمایا ہے۔

اِس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دین میں تنگی نہ ہونے کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا کہ اِس دین میں ایسا کوئی گناہ نہیں ہے جو توبہ سے معاف نہ ہوسکے، اور عذابِ آخرت سے خلاصی کی کوئی صورت نہ نکلے۔ بخلاف پچھلی اُمتوں کے کہ اُن میں بعض گناہ ایسے بھی تھے جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہ ہوتے تھے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''تنگی سے مراد وہ سخت اور شدید احکام ہیں جو بنی اسرائیل پر عائد کئے گئے تھے، جن کو قرآن میں ''اصر'' اور ''اغلال'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اِس اُمت پر ایسا کوئی حکم فرض نہیں کیا گیا''۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ''تنگی سے مراد وہ تنگی ہے جس کو اِنسان برداشت نہ کرسکے، اِس دین کے اَحکام میں کوئی حکم ایسا نہیں جو فی نفسہٖ ناقابل برداشت ہو، باقی رہی تھوڑی بہت محنت ومشقت تو وہ دنیا کے ہر کام میں ہوتی ہے، تعلیم حاصل کرنے پھر ملازمت، تجارت وصنعت میں کیسی کیسی محنتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں؛ مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کام بڑے سخت وشدید ہیں، ماحول کے غلط اور مخالف ہونے، یا ملک وشہر میں اُس کا رواج نہ ہونے کے سبب جو کسی عمل میں دشواری پیش آئے، وہ عمل کی تنگی اور تشدد نہیں کہلائے گی؛ بلکہ کرنے والوں کو اِس لئے بھاری معلوم ہوتے ہیں کہ ماحول میں کوئی اُس کا ساتھ دینے والا نہیں، جس ملک میں روٹی کھانے پکانے کی عادت نہ ہو، وہاں روٹی حاصل کرنا کس قدر دشوار ہوجاتا ہے، وہ سب جانتے ہیں؛ مگر اُس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ روٹی پکانا بڑا سخت کام ہے۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر مظہری'' میں فرمایا کہ ''دین میں تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو ساری اُمتوں میں سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے، اُس کی برکت سے اِس اُمت کے لوگوں کو دین کی راہ میں بڑی سے بڑی مشقت اُٹھانا بھی آسان بلکہ لذیذ ہوجاتا ہے، محنت سے راحت ملنے لگتی ہے، خصوصاً جب دل میں حلاوتِ ایمان پیدا ہوجائے تو سارے بھلائی کے کام ہلکے پھلکے محسوس ہونے لگتے ہیں۔

حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: **"جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ"**. (سنن النسائي / كتاب عشرة النساء: ۳۴۰) یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کردی گئی ہے''۔ (رواہ احمد والنسائی والحاکم وصححہ تفسیر معارف القرآن ۶/۲۸۹-۲۹۰ مکتبہ معارف القرآن کراچی) **(جاری)** □□

ذکرِ رفتگاں:

مفتی اعظم پاکستان

محمد سلمان منصور پوری

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نوراللہ مرقدہٗ

پاکستان کے مفتی اعظم، دارالعلوم کراچی کے رئیس الجامعہ، جلیل القدر فقیہ اور محدث، عالم ربانی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نوراللہ مرقدہٗ مؤرخہ ۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ بوقت عشاء طویل علالت کے بعد ۸۶؍سال کی عمر میں رحلت فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

آپ انتہائی باوقار، بردبار، معتدل مزاج، نفیس الطبع اور وسیع الظرف شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے عظیم والد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نوراللہ مرقدہٗ کے لگائے ہوئے گلشن ''دارالعلوم کراچی'' کو سجانے، سنوارنے اور ترقی کے بامِ عروج تک پہنچانے میں اپنی خداداد صلاحیتیں صرف فرمائیں۔ آپ کی ذہانت وفطانت اور دوراندیشی مثالی اور ممتاز تھی۔ آپ نے انتظامی مشاغل کے باوجود تادمِ آخر علمی اشتغال کا سلسلہ برقرار رکھا، آپ کی تقریر اور تحریر دونوں نہایت صاف ستھری اور مرتب ہوتی تھیں۔ آپ اپنی متوازن آراء کی وجہ سے ملت کے ہر طبقے میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اور حتی الامکان سیاسی گروہ بندیوں سے دور رہتے تھے۔

فقہ وفتاویٰ سے آپ کو خصوصی مناسبت تھی، جس کا اندازہ آپ کی فقہی تحریروں اور حواشی وغیرہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کے فتاویٰ بہت جامع اور مدلل ہوتے تھے، اور کامل تنقیح کے بغیر کسی فتویٰ کی تائید وتصدیق کا معمول نہ تھا۔

آپ نے اپنے برادرِ عزیز، فخر الاماثل، محقق العصر، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ومدت فیوضہم کی جس انداز میں سرپرستی، حوصلہ افزائی اور قدردانی فرمائی؛ وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ بلاشبہ آپ کی وفات پورے عالم اِسلام اور ملت اِسلامیہ کے لئے شدید صدمہ کا سبب ہے۔

آپ کی پیدائش وطن مالوف دیوبند میں ۲۱؍جولائی ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔ ابتدائی حفظ قرآن کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ بعد اَزاں ۱۹۴۷ء میں اپنے والد ماجد اور اہل خانہ کے ہمراہ کراچی ہجرت فرمائی، اور مختلف مراحل سے گذر کر دارالعلوم کراچی سے ۱۹۶۰ء میں تعلیم کی تکمیل کی۔

آپ کے اَساتذہ میں والد ماجد کے علاوہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ، حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ اور حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحبؒ وغیرہ شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم کراچی میں تدریسی سلسلہ شروع کیا، اور درسِ نظامی کی تقریباً سبھی کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل کی، خاص طور پر آپ کا ''مسلم شریف'' کا درس بہت مقبول ہوا، جو ''درسِ مسلم'' کے نام سے بعد میں شائع بھی کر دیا گیا ہے۔

۱۹۸۶ء سے آپ دارالعلوم کراچی کے رئیس بنائے گئے، اور تادم آخر تقریباً ۳۶؍سال تک اِس منصب پر فائز رہ کر دارالعلوم کراچی کو ایک عظیم اِسلامی یونیورسٹی میں تبدیل کر دیا۔

اِس وقت آپ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے۔

جہادِ افغانستان کے زمانے میں آپ نے اَفغانستان میں ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے ساتھ جہاد میں سرگرم حصہ لیا۔

آپ مشہور بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے اَجل خلفاء میں تھے۔ اور سلسلۂ تھانوی کی اِصلاح وتربیت کا رنگ آپ میں نمایاں تھا۔

آپ کو تصنیف وتالیف کا بھی بہترین ذوق تھا، مختلف موضوعات پر ۲۷؍کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں جو اہل علم میں مقبول ہیں، جن میں ''علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح''، ''کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں''، ''یوروپ کے تین معاشی نظام'' اور ''التعلیقات النافعہ علی فتح الملہم'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں، آخرت میں آپ کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائیں، اور اُمت کو آپ کے نعم البدل سے نوازیں، آمین۔

○❖○

درس حدیث:

اسلام اور حسن سلوک

حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ، أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ. (رواه البيهقي، مشكوة: ٤٣٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ تمام مخلوق اللہ کے گھر والے ہیں، اللہ رب العزت کو مخلوقات میں سے سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو اس کے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑنے کا عظیم الشان فریضہ زندگی بھر ادا فرماتے رہے، امت کو راہِ حق دکھاتے رہے اور خدا کی مرضیات و نا مرضیات سے بندگان خدا کو آگاہ کرتے رہے۔ آپ نے اگر ایک طرف عبادات کی اہمیت کو بیان کیا ہے تو دوسری طرف انسانیت و شرافت کے ساتھ جینے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے، مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے خدا کو راضی کرنے کے اصول بھی بیان فرمائے ہیں اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی تاکید بھی کی ہے۔ درج بالا روایت بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں اللہ رب العزت کو خوش کرنے کا گُر امت کو سکھایا گیا ہے، تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم علیہ السلام نے دو جملے ارشاد فرمائے ہیں، جن میں سے ہر ایک کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

(۱) اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ: پہلا جملہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات اللہ کا کنبہ اور اس کے گھر والے ہیں، گویا صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی اللہ کے کنبہ میں شامل ہیں؛ لہٰذا جس طرح ناحق انسانوں کو تکلیف پہنچانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اسی طرح ناحق جانوروں کو تکلیف پہنچانا بھی اسلام نے ممنوع و ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں نبی کریم علیہ السلام بلی کو تکلیف دینے اور موت کے گھاٹ اتارنے

والی خاتون کے لئے جہنم کے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ، لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ. (متفق عليه، مشكوة: ٤٥٦)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا گیا، اس نے بلی کو قید کرلیا تھا، حتی کہ وہ مرگئی، اسی وجہ سے اس کو جہنم میں ڈھکیل دیا گیا؛ کیونکہ وہ اس کو نہ کھلاتی پلاتی تھی اور نہ ہی چھوڑتی تھی کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے وغیرہ کے ذریعہ اپنا زرق حاصل کرلے۔

غرض یہ ہے کہ رب ذوالجلال کو مخلوق پر کیا جانے والا ظلم وستم سب سے زیادہ ناپسند اور ناگوار ہے، وہ ظالم کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا دیتا ہے، بے عزت وذلیل کرتا ہے، دشمنوں کو اس پر مسلط کردیتا ہے اور اس کو اپنے رحم وکرم سے محروم کردیتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں نبی کریم علیہ السلام ظالم کی دنیاوی محرومی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ. (متفق عليه، مشكوة: ٤٢١)

حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ اللہ رب العزت اس شخص کو اپنے رحم وکرم سے محروم کردیتا ہے جو مخلوق پر رحم نہ کرے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں نبی کریم علیہ السلام خلق خدا پر رحم کرنے اور ظلم سے بچنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (أبوداؤد، مشكوة: ٤٢٣)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ اسلام نے مذہب سے اوپر اٹھ کر محض انسانیت کی بنیاد پر مخلوق کے ساتھ نرمی رحم اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا ہے، جس کے بغیر امن وامان اور بھائی چارہ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا اور نہ ہی اسلامی اخلاق وکردار کی خوبیاں خلقِ خدا کے سامنے آسکیں گی۔

(۲) أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهٖ: دوسرے جملہ میں نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بندوں میں سب سے زیادہ محبوب رب ذوالجلال کو وہ شخص ہوتا ہے جو اس کے کنبہ اور گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، پریشانیوں میں ان کے کام آئے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھے، چنانچہ ایک روایت میں نبی کریم علیہ السلام خدمت خلق کرنے والے کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

وہ شخص جو کسی مؤمن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا، اللہ رب العزت اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور فرمادے گا۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ: ۳۲)

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس میں مصیبت زدہ کی خوشنودی کو اللہ اور رسول کی خوشنودی قرار دیا گیا ہے، گویا جس نے کسی پریشان حال کی مدد کرکے اس کی مصیبت کو سکون سے اور غم کو خوشی سے بدل دیا، اس نے نبی کریم علیہ السلام کو خوش کردیا اور جو نبی کو خوش کرنے میں کامیاب ہوگیا اس کو خدا کی رضا حاصل ہوگی، پھر بالآخر نتیجہ کے طور پر جنت کی راہ اس کے لئے آسان ہوتی چلی جائے گی، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَضٰى لِأَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي حَاجَةً يُرِيْدُ أَنْ يَسُرَّهُ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ، وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ وہ شخص جو میری امت کے کسی شخص کی کوئی ضرورت صرف اس کو خوش کرنے کے لئے پوری کرے، اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے

وَمَنْ سَرَّ اللّٰہَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ. (رواہ البیهقي، مشکوۃ: ٤٢٥)

مجھے خوش کیا اس نے اللہ رب العزت کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا، اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

خلق خدا کے ساتھ الفت ومحبت کا برتاؤ کرنا انسان کے مؤمن کامل ہونے کی دلیل ہے، جس شخص کے سینے میں محبت سے لبریز دل نہ ہو اس میں کسی طرح کی خیر موجود نہیں ہوتی ہے، چنانچہ نبی کریم علیہ السلام ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ. (رواہ أحمد، مشکوۃ: ٤٢٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے مومن الفت ومحبت کرنے والا ہوتا ہے اور کوئی خیر نہیں ہوتی اس شخص کے اندر جو نہ محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگوں سے انسیت اور محبت نہیں رکھے گا لوگ بھی اس کو نظر انداز کر دیں گے اور کسی کے دل میں اس کے لئے گنجائش نہیں ہوگی، اس کے برخلاف جو شخص مخلوقِ خدا سے اُنس رکھے گا ان کے دکھ درد میں حسب استطاعت کام آئے گا اور ان کی مدد ونصرت کرنے میں ہر موقع پر آگے رہنے کی کوشش کرے گا اس کو دنیا وآخرت دونوں جہاں میں ہر طرح کی کامیابی وکامرانی میسر آتی رہے گی، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰہُ ثَلَاثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً، وَاحِدَةً فِيْهَا صَلَاحُ أَمْرِهٖ كُلِّهٖ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواہ البیهقي، مشکوۃ: ٤٢٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی دادرسی (مدد) کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر مغفرت لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک سے اس کے تمام دنیاوی امور کی درستگی ہوتی ہے اور بقیہ بہتر حصے قیامت کے دن درجات کی بلندی کے کام آئیں گے۔

شریعت نے جہاں ایک طرف ہر انسان حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے، وہیں دوسری طرف اہل اسلام کو خاص طور پر یہ پیغام بھی دیا ہے کہ آپس میں اتحاد کو ہمیشہ قائم رکھو، ایک دوسرے کے ساتھ محبت ومؤدت کا برتاؤ کرو، ہر کلمہ گو دوسرے کلمہ گو بھائی کے دکھ درد میں برابر کا شریک رہے، اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کے غم کو اپنا غم سمجھے، چنانچہ نبی کریم علیہ السلام ایک روایت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک جسم قرار دے کر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اخوت والفت کو قائم رکھنے کا پیغام دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى عَضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى. (متفق عليه، مشكوة: ٤٢٢)

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ تم اہل ایمان کو ایک دوسرے کے ساتھ رحم، محبت اور نرمی کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھوگے، جب جسم کا کوئی ایک عضو درد کرتا ہے تو جسم کے دیگر تمام اعضاء، بھی بے خوابی اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں۔ (گویا پورا جسم اس ایک عضو کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے)۔

آج کل کی خودغرض دنیا نے انسانیت سے بھرپور اسلام کی مذکورہ بالا تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے، نہ عام انسانوں کے ساتھ اسلامی برتاؤ اپنایا جا رہا ہے اور نہ آپس میں ایک مسلمان اپنے دینی بھائی کے ساتھ نبوی ہدایات کے مطابق حسن سلوک کرنے کے لئے تیار ہے، جس کی وجہ سے امت شدید انتشار کا شکار ہے اور دشمنان اسلام کے دلوں سے ہمارا خوف ورعب نکل گیا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اسلامی اخلاق وکردار اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور محض انسانیت کی بنیاد پر خلق خدا سے حسن سلوک کرنے کے جذبہ سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

نفس کی چالبازیوں سے ہوشیار رہیے!

بقلم:- مفتی محمد یحییٰ اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

قرآن وحدیث کے مطابق نفس اور شیطان انسان کے دو ازلی دشمن ہیں، جو انسان کی نظروں سے اوجھل ہیں اور اتنے خطرناک ہیں کہ انسان سے اس کا متاع بیش بہا: ایمان تک چھین سکتے ہیں؛ اس لئے خیر اسی میں ہے کہ انسان اپنے دشمن کو جانے اور ان کی عیاری، مکاری اور داؤ پیچ کو سمجھے، تاکہ ان کے وار اور حملے سے خود کو بچا سکے؛ کیونکہ دکھائی دینے والے دشمن کے وار اور حملے سے خود کو بچانا آسان ہوتا ہے؛ لیکن نظروں سے غائب اور اوجھل دشمن سے نپٹ پانا مشکل کام ہوتا ہے۔

نفس وشیطان کے رہتے کوئی خود کو مامون نہ سمجھے

صحابی رسول سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ دنیا کے آخری پڑاؤ پر ہیں اور ان کی زندگی گویا رات کے آخری پہر کا چراغ، اور یہ دعا مانگتے ہیں: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنْ أَنْ اَزْنِيَ أَوْ أَعْمَلَ بِكَبِيْرَةٍ فِي الإِسْلَامِ'' مولیٰ! مجھے روسیاہی وبدکاری اور دوسرے بڑے بڑے گناہوں کے تعلق سے تیری امان وپناہ چاہیے۔ لوگ محوِ حیرت ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تربیت کیمیا اثر کا صحبت وفیض یافتہ، عمر کے اس آخری پڑاؤ پر- جب کہ شہوتیں وخواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں- اللہ کے حضور اس طرح کی دعائیں مانگ رہا ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے جواباً جو بات ارشاد فرمائی وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھی اور ہر ایک کے لئے اس میں یہ پیغام ونصیحت ہے کہ خواہ کوئی کتنا بھی بڑا ہو جائے اسے جیتے جی ایک لمحے کے لئے بھی خود کو نفس اور شیطان سے مامون ومحفوظ نہ سمجھنا چاہیے، آپ نے ارشاد فرمایا: ''مَا يُؤَمِّنُنِي وَإِبْلِيْسُ حَيٌّ'' ابلیس کے اس دنیا میں رہتے ہوئے میں کیسے گناہ کے تعلق سے بےخوف اور مطمئن ہو جاؤں؟

آخری سانس تک شیطان کا حملہ

انسان کی آخری سانس تک شیطان اس کے پیچھے پڑا رہتا ہے، سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ والد محترم حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا آخری وقت تھا، میں سرہانے ہاتھ میں کپڑے کا ایک ٹکڑا لئے کھڑا تھا، انتظار میں تھا کہ روح نکلے تو یہ کپڑے کا ٹکڑا چہرے پر باندھ دوں، تاکہ منھ کھلا نہ رہ جائے، اتنے میں میں نے والد محترم کو دیکھا تو ایسا لگا جیسے کہہ رہے ہوں ''لا بَعۡدُ'' ابھی نہیں، ایک دو بار میں نے تو اس بات کو نظر انداز کردیا؛ لیکن جب تیسری بار کہا تو میں نے استفسار کیا کہ حضرت والا! آپ یہ کیا فرمارہے ہیں؟ تو والد محترم نے جواب دیا کہ میرے پاس شیطان لعین کھڑا ہے اور اپنے دانت تلے انگلی دبا کر یعنی افسوس سے کہہ رہا ہے ''فُتَّنِيۡ يَا أَحۡمَدُ!'' اے احمد! تم تو میرے چنگل سے بچ نکلے، میں کہہ رہا ہوں کہ نہیں!! میں جیتے جی نہیں سمجھتا کہ میں تیرے چنگل سے بچ نکلا۔

نفس شیطان سے زیادہ خطرناک

ویسے تو نفس و شیطان دونوں ہی ہمارے پیدائشی دشمن ہیں؛ لیکن ان میں زیادہ خطرناک انسان کا اپنا نفس ہے؛ کیونکہ اسی نفس نے ہی تو شیطان کو پٹی پڑھائی تھی اور بہکایا تھا کہ تم آدم کا سجدہ مت کرنا اور پوچھے جانے پر کہہ دینا: ''خَلَقۡتَنِيۡ مِنۡ نَارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ'' میری تخلیق کا مادہ آگ ہے، جس میں علو و بلندی ہے، جب کہ آدم کی تخلیق کا مادہ مٹی ہے، جس کی طبیعت و سرشت میں پستی و نچائی ہے؛ لہٰذا مسجود بجائے آدم کے مجھے بنایا جانا چاہئے تھا۔ ایک بار مشرکین سے قتال کرکے جناب نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ہمراہ اپنی آبادی میں لوٹے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِهَادِ الۡأَصۡغَرِ إِلَى الۡجِهَادِ الۡأَكۡبَرِ'' جس دشمن سے لڑکر تم لوٹے ہو وہ چھوٹی لڑائی تھی، اب جس نفس سے ہمیں لڑنا ہے وہ بڑی لڑائی ہے، اشارہ تھا کہ دشمن: کفار و مشرکین سے کہیں زیادہ ہم کو اپنے نفس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''إِنَّ أَعۡدٰى عَدُوِّكَ بَيۡنَ جَنۡبَيۡكَ'' تمہارا سب سے بڑا دشمن تو تمہارے دونوں پہلو میں یعنی نفس ہے۔ حکیم الامت کہے جانے والے حضرت تھانویؒ کا مقولہ ہے کہ میں بوڑھا ہوچکا ہوں، سر و داڑھی کے بال سفید ہوچکے ہیں؛ لیکن پھر بھی نفس کی مکاری و عیاری اور فریب و مکائد سے ڈرتا ہوں، حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''اَلۡمُجَاهِدُ مَنۡ جَاهَدَ نَفۡسَهٗ'' مجاہد دراصل وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

نفس شترمرغ کی چال چلتا ہے

مشہور صوفی بزرگ شیخ فرید الدین عطار نے اپنی مشہور منظوم کتاب ''پند نامہ'' میں انسانی نفس کو

شتر مرغ -جس کا آدھا حصہ مانند اونٹ جب کہ دوسرا آدھا حصہ مانند پرندہ ہوا کرتا ہے- سے تشبیہ دے کر اس کی چالبازی، مکاری کو کتنے پر اثر اور بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے، آپ بھی ذیل کے اشعار گنگنایئے، ترجمہ پڑھیے اور سر دھنیے:

چوں شتر مرغ سناش ایں نفس را ☆ نے کشد بارو نہ پرّد بر ہوا

اس نفس کو شتر مرغ سمجھو ☆ جو نہ بوجھ اٹھاتا ہے اور نہ فضا میں اڑتا ہے

اگر پر گوئیش گوید اشترم ☆ ور نہی بارش بگوید طائرم

اگر اس سے کہوگے اڑ کر دکھا تو اونٹ بن جاتا ہے ☆ اور اگر کہوگے کہ بوجھ اٹھا تو کہتا ہے کہ میں پرندہ ہوں

چو گیاہ زہر رنگش دل کش است ☆ لیک طعمش تلخ وبویش نا خوش است

زہریلی گھاس کی طرح اس کا رنگ تو جاذب نظر ہے ☆ لیکن اس کا ذائقہ اور بو نہایت بیکار ہے

اگر بطاعت خوانیش سستی کند ☆ لیک اندر معصیت چستی کند

اگر نیک کام کرنے کے لئے کہوگے تو نیم مردہ بن جاتا ہے ☆ اور گناہ کرنے کے لئے اگر کہوگے تو فوراً تیار ہو جاتا ہے

چنانچہ جہاں دیکھتا ہے کہ یہاں چھوٹا بننے میں فائدہ ہے فوراً چھوٹا بن جاتا ہے اور جہاں دیکھتا ہے کہ یہاں فائدہ بڑا بننے میں ہے فوراً بڑا بن جاتا ہے، تاویلات گھڑنے میں اپنی مثال آپ ہے، کبھی کبھی اس کی یہ چالیں بڑے بڑے ذی عقل وذی علم بھی نہیں سمجھ پاتے۔

خواہشات پر چلنے میں ہلاکت ہے

جہاں گرد وجہاں دیدہ گلستاں وبوستاں جیسی شہرۂ آفاق مقبول عام وخاص کتابوں کے مصنف شیخ شرف الدین شیرازیؒ معروف بہ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ مصیبت وہلاکت کے جال میں پھنسنا نفس ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، پرندہ اپنے سامنے بچھا جال دیکھتا ہے، جس میں شکاری کچھ دانے ڈال دیتا ہے، پرندہ یہ جانتا ہے کہ شکاری کا یہ جال اس کے لئے مصیبت وہلاکت کا جال ہے، پھر بھی وہ اپنے نفس کی آواز پر دانے کی لذت کی چاہت میں اس کو حاصل کرنے کی خاطر شکاری کے جال میں جا کر پھنس جاتا ہے؛ بلکہ آگے بڑھ کر حضرت فرماتے ہیں: بلکہ غور کیجیے کہ شکاری نے بھی جو جال بچھانے اور لگانے کی زحمت اٹھائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آج اس کا جی چرند پرند کا گوشت کھانا چاہتا ہے، سچ ہے کہ ڈاکٹر کی ہدایات کے

برخلاف انسان جب نفس کی خواہش کے مطابق چلتا ہے اور پرہیز وغیرہ نہیں کرتا تو یا تو دیر میں ٹھیک ہوتا ہے یا پھر موت کے منھ کا لقمہ بن جاتا ہے۔

خواہشات پر چلنے کے دنیاوی نقصانات

انسان کو اپنے نفس کو ادھر ادھر کا زیادہ چسکا نہ لگانا چاہیے، ورنہ وہ چند نقصان میں رہے گا: (۱) نفس کا حال یہ ہے کہ اس کا خواہشات سے پیٹ نہیں بھرتا حدیث شریف میں ہے: ”لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى مِنْهُ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ“ بالفرض اگر آدمی کو مال کی دو وادی مل جائے تو وہ تیسری کی فکر میں لگ جائے گا، قبر کی مٹی ہی اس کی خواہشات کا پیٹ بھر پائے گی۔ ایک خواہش کے بعد نفس کا دوسری خواہش کی جانب قدم بڑھتا ہے، جیسے جوع البقرہ کے مریض کا کھانا کھانے سے اور ”استسقاء“ کے مریض کا پانی پینے سے پیٹ نہیں بھرتا؛ بلکہ کھانے کے بعد کھانے کی اور پینے کے بعد مزید پینے کی خواہش رہتی ہے۔ (۲) نفس کو اوپر سے نیچے لانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ ایئر کنڈیشن میں رہنے والے کی گرمی کو کولر دور کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے، گوشت کے خوگر کو دال بے لذت معلوم ہونے لگتی ہے اور بلب و قمقموں کی روشنی میں رہ کر آنے والے کو چراغ کی روشنی میں اندھیرا ہی لگتا ہے۔ (۳) نفسانی خواہشات کے خوگر کو پریشانیاں بہت جھیلنی پڑتی ہیں، فرض کیجیے کہ آپ کرکٹ کھیلنے کے یا اس کا میچ دیکھنے کے عاشق ہوں جب کہ میرا اس سے دوری کا حال یہ ہے کہ مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ میچ لوگے؟ تو میں اس سے کہتا ہوں کہ کتنے میں بیچو گے؟ یعنی میں اسے سودا سلف کی چیز سمجھ کر خریدنے اور بیچنے کی بات کرتا ہوں، اب اگر آپ کے علم میں کہیں کھیل ہو رہا ہے تو آپ کا من نہ نماز میں لگے گا نہ پڑھائی میں اور نہ دنیا کے کسی دوسرے کام میں، جب کہ عین اسی وقت میں مجھ نہ آشنائے کرکٹ کو کوئی دقت نہ ہوگی، یہ فرق صرف اسی لئے ہے؛ کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو کرکٹ کا دلدادہ اور رسیا بنالیا جب کہ میں نے اس سے دوری بنائے رکھی۔

نفس سے ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے

انسان کا نفس اتنا چالباز ہے کہ روز انسان سے گناہ بھی کرواتا ہے اور روزانہ توبہ بھی کرواتا ہے،

روز کہتا ہے کہ آج بس یہ کام کرلو بعد میں مت کرنا، یہی کہہ کر سالہا سال گناہ کرواتا ہے، بلکہ کبھی کبھار زندگیاں گزر جاتی ہیں، موقع ملتے ہی ورغلاتا ہے کہ رات کا یہ اندھیرا، یہ بہترین تنہائی، موبائل کی غلط چیزوں سے نظروں کو آسودہ کرنے کا اتنا بہترین موقع نہ ملے گا؛ اس لئے دنیا کے کسی بھی فرد بشر کو اپنے نفس کی ان چالبازیوں سے مامون ومطمئن ہوجانا ہرگز ہرگز زیبا نہیں ہے۔

انسان کا نفس دودھ پیتے بچے کی طرح

اس کا نفس تو دودھ پیتا بچہ ہے، اگر مدت رضاعت پوری ہونے پر والدین نے ہمت کرکے اس کا دودھ چھڑادیا تو اس طرح بچہ دودھ چھوڑ دیتا ہے کہ ماں اگر بعد میں از راہ مذاق اپنی چھاتی بھی اس کے منھ میں دیتی ہے تو وہ اسے نہیں لیتا؛ لیکن اگر ماں باپ ڈر گئے کہ وہ تو روئے گا نہ سوئے گا، نہ ہمیں سونے دے گا، تو وہ بچہ بڑا ہوکر بھی دودھ نہ چھوڑے گا، بعینہ اسی طرح اگر آدمی نے ہمت کرکے خواہشات کو کچل دیا، دبا دیا تو وہ ختم ہوجاتی ہیں اور اگر اسی کی رو میں بہہ گیا اور بہتا چلا گیا تو پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوجائے گا، سچ کہتے ہیں: ''سانپ کو پہلی ہی فرصت میں مار دینا چاہئے''۔

خواہشات سے بچنے کا علاج

ٹھنڈی رات ہو بچہ بستر پر پیشاب کردے تو اٹھنے، بچہ کا کپڑا اور بستر بدلنے میں ماں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے؛ لیکن ماں یہ سمجھتی ہے کہ میرا اور میرے بچے کا فائدہ کپڑا اور بستر بدلنے میں ہے تو اس کے لئے آرام قربان کرنا آسان ہوجاتا ہے، ملازم کو تنخواہ عزیز ہوتی ہے تو اس کے لئے سویرے اٹھنا، دیر رات گھر لوٹنا، اور بد اخلاق سیٹھ کی تندی وترشی، کڑوی وکسیلی سننا آسان ہوجاتا ہے، بعینہ اسی طرح بندے کو جب آخرت عزیز ہوتی ہے اور اللہ کا حکم پیارا ہوتا ہے تو اس کے لئے بھی خواہشات کو کچلنا اور دبانا آسان ہوجاتا ہے۔

نفس کو تو مزے سے مطلب ہے

کہتے ہیں کہ نفس کو تو بس مزا چاہئے کسی خاص چیز کا مزا اس کی شرط نہیں ہے؛ تو کیوں نہ آدمی اس کو نماز، تلاوت، عبادت وغیرہ جیسے نیک کام کا عادی وعاشق بنائے کہ نفس کو انہیں چیزوں میں مزہ آنے لگے ثواب کا ثواب اور مزے کا مزہ، اسی کو تو کہتے ہیں ''آم کے آم گٹھلیوں کے دام''۔ ○❖○

عزت وشرف کے حامل کیسے بنیں؟

مفتی محمد عفان منصور پوری (صدر المدرسین واستاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ؟ قَالَ: "أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاهُمْ" قَالُوْا: "لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: "فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ، قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: "فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِي؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: "فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا ۔(اخرجه البخاري حديث رقم: ٣٣٧٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت ،شرافت ، بزرگی اور اونچے مقام والا کون شخص ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشادفرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جواللہ سے ڈرتا ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہو ۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا سوال یہ نہیں ہے، بیٹے ہیں اوروہ بیٹے ہیں ہم اس کے متعلق پوچھنا نہیں چاہتے ہیں ۔تو حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگی والے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جوخود اللہ تعالی کے نبی ہیں اوراللہ تعالی کے نبی کے بیٹے ہیں اوروہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے ہیں اوروہ بیٹے ہیں اللہ کے خلیل کے (یعنی مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ اسلام ایسے شخص ہیں کہ ان کے آباواجداد سے نبوت کا سلسلہ چلا آرہاہے،خاندانی اعتبار سے یہ بھی نبی کے بیٹے ہیں،ان کے والدبھی نبی کے بیٹے ،اوران کے والدین کے بیٹے ، چارپشتوں تک نبوت چلی گئی ہے،اس سے زیادہ خاندانی شرافت اورکیا ہوسکتی ہے) پھرلوگوں نے عرض کیا کہ ہمارا سوال ان کے متعلق نہیں ہے،تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے مختلف خاندانوں کے متعلق تم پوچھنا چاہتے ہوکہ عرب کے خاندانوں میں کون سب سے زیادہ عزت اورشرافت

والا ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو خاندان زمانہ جاہلیت میں عزت اور شرف والے سمجھے جاتے تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہی عزت اور شرف والے ہیں بشرطیکہ وہ علم حاصل کریں۔

انسان کے لیے یہ بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عزت وشرافت کی زندگی سے مالا مال فرمائیں، مال چاہے انسان کے پاس کم ہو، دولت کے اعتبار سے چاہے وہ کمزوری کی زندگی گذار رہا ہو؛ لیکن اگر عزت وشرافت کا مقام اللہ نے اس کو عطا فرما رکھا ہے تو یہ مال ودولت سے بڑی نعمت ہے، ہر عقل مند انسان عزت وشرافت کو حاصل کرنے کا جتنا متمنی اور آرزومند ہوتا ہے دولت وثروت کو حاصل کرنے کا اتنا متمنی نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا! أي الناس اکرم؟ اے اللہ کے رسول! یہ بتائیے کہ اللہ کی نگاہ میں دنیا وآخرت میں لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت اور شریف کس کو قرار دیا جائے گا؟ ہم کیسے عزت وشرافت کا اعلیٰ مقام حاصل کرسکتے ہیں؟ تو ایک جملہ میں نبی کریم ﷺ نے اس کا جواب دیا: أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاهُمْ کہ تم میں سب سے زیادہ محترم، سب سے زیادہ باعزت اور سب سے زیادہ شریف وہ انسان ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف اور ڈر سب سے زیادہ پایا جا رہا ہو۔ قرآن مقدس میں بھی تقویٰ اور پارسائی کو عزت وشرافت کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے؛ لیکن آج دنیا عزت حاصل کرنے کے لیے پیسے کے پیچھے دوڑتی ہے، آج دنیا عزت حاصل کرنے کے لیے عہدہ کے پیچھے دوڑتی ہے، آج دنیا عزت وشرافت حاصل کرنے کے لیے کرسیوں کے پیچھے دوڑتی ہے، یاد رکھیے! ان میں سے کوئی بھی چیز انسان کو حقیقی عزت وشرافت سے ہم کنار نہیں کرسکتی، وہ عزت جس کی بدولت انسان انسانوں کے دلوں پر راج کرنے والا بنتا ہے، وہ شرافت جس کے بل پر انسان کی محبت لوگوں کے دل کے اندر گھر کر جاتی ہے، وہ اللہ کا ڈر اور خوف ہے، جب تک خوف الٰہی اور خشیت خداوندی سے انسان کا دل معمور نہیں ہوگا تو وہ باعزت وشریف اللہ کی نگاہ میں قرار نہیں دیا جائے گا۔

عزت وشرف کا معیار

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ محض کسی خاندان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے انسان کو شریف اور باعزت قرار نہیں دیا جاسکتا، کسی قبیلے سے تعلق کی بناء پر انسان کو باعزت وشریف نہیں کہا جاسکتا، خاندان، قبائل برادریاں یہ سب کی سب اللہ نے پہچان کے لیے بنائی ہیں، برتری کے لیے نہیں بنائی، کوئی یہ سوچنے لگے کہ میرا تعلق فلاں خاندان سے ہے تو میں سب کے سر پر بیٹھوں گا، مجھ کو برتری حاصل ہوگئی ہے، ان وجوہات کی بنیاد پر کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: كُلُّكُمْ اَبْنَاءُ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ وَإِلَى التُّرَابِ يَعُوْدُوْنَ. (سنن الترمذي:٢٩٥٥) تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو، آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا، اور مٹی ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى. (مسند احمد بن حنبل رقم:۲۳۴۸۹)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، فضیلت و برتری اور فوقیت کی اگر کوئی بنیاد ہے تو جو جتنا اللہ تعالی سے ڈرنے والا اس کا کہنا ماننے والا ہوگا وہی سب سے زیادہ افضل و برتر قرار دیا جائے گا، چاہے اس کا تعلق کسی برادری سے ہو، کسی خاندان سے ہو کسی طبقہ سے ہو، کسی سماج سے ہو، کسی ملک سے ہو، کوئی بھی بولی اور زبان وہ بولنے والا ہو۔

حضرت یوسفؑ کا مقام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس جواب کو سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! "لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ ہمارے سوال کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا تھا؟ کسی خاص آدمی کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟ تو سنو!" فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ. اگر کسی خاص آدمی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام گذرے ہیں جو خود ایک پیغمبر کے صاحب زادے تھے، ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام بھی اللہ

کے نبی، حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحب زادے تھے اور وہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب زادے تھے۔ انفرادی اعتبار سے اگر کسی کے بارے میں معلوم کرنا ہے تو وہ حضرت یوسفؑ ہیں جن کے خاندان میں متعدد انبیاء ہوئے، ان سے زیادہ شرف کس کو نصیب ہوگا۔

خاندانی روایات

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مقصد بھی ہمارے سوال کا نہیں ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! تو کیا تم عرب کے مختلف خاندانوں کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ یعنی ہمارے علاقہ میں جو قبائل آباد ہیں ان میں سب سے زیادہ معزز و محترم کس کو قرار دیا جائے؟ اگر تمہارے سوال کا یہ منشا ہے تو میں ایک اصولی جواب دیتا ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر خاندان کے اندر بعض چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو اس کا نشان امتیاز سمجھی جاتی ہیں جن کو خاندان کی روایات میں شمار کیا جاتا ہے، کوئی خاندان ایسا ہوتا ہے جو اپنی بہادری دلیری اور شجاعت کے اعتبار سے معروف و مشہور ہوتا ہے، اس خاندان کے اکثر و بیشتر لوگ جری اور دلیر ہوتے ہیں، لوگ کہا کرتے ہیں کہ شیر کا بیٹا تو شیر ہی ہوتا ہے، ان کے یہاں یہ صفت دکھائی دیتی ہے تو وہ خاندان بہادری کے اعتبار سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

کوئی خاندان ایسا ہوتا ہے جس میں سخاوت و دریا دلی کا چرچا ہوتا ہے، اور پشتہا پشت سے اس خاندان کے لوگ سخاوت کے اندر نمایاں ہوتے ہیں، اور آس پاس کے علاقوں میں اس خاندان کو سخاوت ہی کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ بھی بڑی اچھی خوبی ہے۔

بعض خاندان ایسے ہوتے ہیں جن کو تعلیمی اعتبار سے ممتاز مانا جاتا ہے، اور لوگوں کی زبان پر اس طرح کی باتیں رہتی ہیں کہ فلاں خاندان کا تو بچہ بچہ پڑھا لکھا ہوتا ہے، ان گھروں کے اندر علم کا شوق پایا جاتا ہے، تہذیب اور سلیقہ ان خاندانوں کے اندر دکھائی دیتا ہے، تو تعلیمی اعتبار سے وہ خاندان ممتاز ہوتا ہے۔

بعض قبائل و خاندان وہ ہوتے ہیں جو مہمانوں کی ضیافت و میزبانی کے اعتبار سے جانے جاتے ہیں، جو ان کے یہاں جاتا ہے ان کی خاطر و مدارات سے اور ان کے اخلاق سے متأثر ہو جاتا ہے، اور ہر آنے والے کی زبان پر خیر کے تذکرے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں وہ اپنی ضیافت و میزبانی کی

بنیاد پر مشہور ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ سے مختلف قبائل و خاندان اور برادریوں میں مختلف طرح کے کمالات و اوصاف اور خوبیاں پائی جاتی ہیں، جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، لوگوں میں سب سے زیادہ عزت و شرافت کا حامل وہ انسان قرار دیا جائے گا جو اپنے خاندان کی اچھی روایات کو زندہ رکھنے والا ہو، جو اپنے خاندان کی بہترین روایات و طور طریقہ کو برقرار رکھنے والا ہو وہ اللہ کی نگاہ میں معزز قرار دیا جائے گا، اپنے بزرگوں کی شان کو مٹی میں ملانے والا نہ ہو بلکہ ان کی شان کو بلند کرنے والا ہو، ایسا نہ ہو کہ اس کے بزرگ دنیا میں سخاوت کے اعتبار سے مشہور تھے اور اس نے بخل و کنجوسی کا مظاہرہ کر کے ان کے نام ہی پر بٹا لگا دیا ہو تو یہ تو پرانی روایات کو پامال کرنے والا ہوا، اسے اچھا نہیں مانا جائے گا۔ اسی طرح جو انسان کسی ایسے خاندان کا فرد ہے جو میزبانی اور ضیافت کے اعتبار سے جانا جاتا ہے، لیکن اس نے مہمان داری کا شیوہ اختیار ہی نہیں کیا، اس نے مہمانوں کی ضیافت کا حق نہیں ادا کیا، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور معاملہ نہیں کیا تو اس کا یہ عمل مناسب نہیں ہوگا کیوں کہ یہ خاندان اچھی روایات کو دفن کرنے والا ہے، برقرار رکھنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے خاندان میں اگر علمی روایات ہیں، لوگ پڑھے لکھے ہوتے چلے آئے ہیں، تو ہمیں اپنے خاندان کی ان روایات کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، اگر آگے نہیں بڑھا سکتے تو کم از کم اس معیار کی تو حفاظت کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جاہلیت کے زمانے میں بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے اگر تمہارے خاندانوں میں یہ روایات پائی جا رہی تھیں، اور ان اچھی روایات کی وجہ سے تم معزز و محترم مانے جاتے تھے تو اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اگر یہ روایات تمہارے اندر برقرار رہیں تو تم معزز اور شریف کہلاؤ گے، اور اگر ان روایات کو ختم کر دیا تو عزت و شرافت کا مقام حاصل نہیں ہو پائے گا، تو ہر انسان شرافت و عزت کا متلاشی ہوتا ہے، اس کے لیے لازمی چیز یہ ہے کہ وہ بلند روایات اور اچھے طریقہ کار کو زندہ رکھنے والا ہو، وہ صرف اپنی زندگی میں مگن ہو کر قیمتی اوقات کو خرچ کرنے والا نہ ہو، بلکہ دوسروں کا درد بھی اپنے دل کے اندر لیے ہوئے ہو، یہ اچھے انسان کی نشانی ہوتی ہے، وہ کسی دکھی انسان کو دیکھ کر اس کا درد محسوس کرتا ہو، اور اس فکر میں مبتلا ہو جاتا ہو کہ کیسے میں اس کی زندگی سے دکھ کو دور کروں۔

○❖○

مواعظِ صحابہؓ: ۳۸؍ویں قسط

مواعظ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

جمع وتشریح: الدکتور عمر بن عبداللہ اُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القصیم سعودیہ عربیہ

تسهيل وترجمانی: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی اُستاذ اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

تواضع کی تعلیم اپنے مثالی عمل سے

جلیل القدر تابعی یوسف بن مَاہَک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْدَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَهُوَيَقُصُّ وَعَيْنَاهُ تُهْرِقَانِ دُمُوْعًا. (حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ۱/۳۰۵)

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو عبید بن عمر کے پاس دیکھا، وہ وعظ کہہ رہے تھے، اور ابن عمر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس مختصر سے واقعے میں تواضع کی تعلیم آخر کہاں ہے؟ تو جواب میں عرض ہے کہ حضرت عبید بن عمیر کوئی صحابی رسول نہیں تھے؛ بلکہ ایک تابعی تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا مقام ومرتبہ مذکورہ تابعی سے بہت بلند ہے، علم وفقہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما ان سے بڑھے ہوئے تھے، اس کے باوجود بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ان تابعی کی مجلس میں بیٹھ کر وعظ سننے میں کوئی عار نہیں آئی، وہ بے تکلف ان کے وعظ میں شریک ہوئے، اور دل دماغ سے متوجہ ہوکر بیٹھے، اور جو کچھ سنا اس سے اتنا متأثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

یہ ہے حقیقی تواضع! یہ کیفیت انسان کے دل میں تبھی پیدا ہوسکتی ہے جب اس کے دل میں حقیقی تواضع ہو، اور وہ اللہ کے تمام بندوں کو قابل احترام سمجھتا ہو، نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بڑے اور مذکورہ تابعی کے چھوٹے ہونے سے کوئی عار آئی، نہ دل میں یہ خیال آیا کہ میرے پاس زیادہ علم ہے مجھے ان سے سننے کی کیا حاجت؟ یہ سب چیزیں ان کے لیے حجاب اور مانع بنتی ہیں جن کے اندر تکبر اور خود پسندی کی بیماری ہو، صحابہ تو بے لوث اور بے نفس لوگ تھے، مفید مجلس نظر آئی بیٹھ گئے، اور اس سے فائدہ اٹھایا، یہ لوگ واقعی عظیم لوگ تھے۔

آج ہم طلبہ وعلماء اگر اپنے حال پر نظر ڈالیں تو ہمیں اپنی حالت نہایت قابل افسوس نظر آئے گی، ہم میں سے بہت سے لوگوں کو وعظ کی عام مجلسوں میں شرکت سے عار آتی ہے، اور پھر شرکت سے بچنے کے لیے طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں، شاید بعضوں کو یہ خیال آتا ہو کہ وعظ کہنے والے سے زیادہ بڑا اہل علم تو میں خود ہوں تو پھر میں اس کے وعظ میں شرکت کیوں کروں؟ اور ممکن ہے بعضوں کو یہ بھی خیال آتا ہو کہ وعظ کہنے والا مقام ومنصب یا خاندانی ونسبی شرافت میں مجھ سے کمتر ہے پھر میں اس کا وعظ کیوں سنوں؟ ایسے تمام لوگوں کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ طرز عمل لمحۂ فکریہ اور درس عبرت ہے۔

(مترجم عرض کرتا ہے کہ کوئی عالم یا طالب علم اگر ایسا ہے کہ اسے وعظ میں شرکت سے تو عار نہیں البتہ اس کے پاس واقعی علمی یا دیگر ضروری مصروفیات ہیں جو وعظ میں شرکت سے مانع ہیں تو پھر مضائقہ نہیں)۔

موقع کی مناسبت سے جی چاہتا ہے کہ تابعین کے سرتاج، خاندان نبوت کے چشم وچراغ حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم کا بھی ایک بہترین طرز عمل قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے، حضرت زین العابدینؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم کی مجالس میں بیٹھ جایا کرتے تھے، کہنے والوں نے کہا: آپ قریش کو چھوڑ کر بنی عدی - حضرت عمر کا خاندان- کے ایک غلام کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں ایک بہترین بات ارشاد فرمائی جو آپ کے اعلی علم ودینداری کی دلیل ہے، آپ نے فرمایا: "إِنَّمَا يَجْلِسُ الرَّجُلُ حَيْثُ يَنْتَفِعُ". "آدمی تو وہیں بیٹھے گا جہاں سے اسے فائدہ حاصل ہو" (یعنی کسی کی مجلس میں شرکت دراصل علمی ودینی نفع حاصل کرنے کی غرض سے ہونی چاہیے، یہ نفع جس کے پاس بھی ملے، وہ نسبی اعتبار سے باعزت ہو یا نہ ہو)

حضرت کی یہ بات اور آپ کا حضرت اسلم کی مجلس میں شرکت کرنا دونوں ہی تواضع، انصاف اور حقیقت پسندی کی اعلی ترین مثال ہیں۔

زبان کو پاک رکھنا سب سے زیادہ ضروری

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا:

أَحَقُّ مَاطَهَّرَ الْعَبْدُ لِسَانُهُ. (الزهد لابن ابي عاصم ص: ٢٧)

بندے کی طرف سے جو چیز پاک کیے جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے وہ زبان ہے۔

انسان کی زبان غیبت، بدگوئی، بہتان تراشی اور طنز وتعریض وغیرہ گناہوں میں کثرت سے مبتلا ہوتی رہتی ہے، اوران گناہوں کے اثر سے زبان اور دل دونوں ہی باطنی گندگی میں ملوث ہوتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ کے نیک بندے زبان اوراس کے گناہوں سے بہت گھبراتے تھے، چنانچہ خود بھی زبان کو محفوظ رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی زبان کی برائیوں سے اور گناہوں سے پاک وصاف رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

سلف صالحین کو زبان سے ہونے والی برائیوں اور گناہوں کی سنگینی کا حد درجہ احساس رہتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بارہا اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کرتے: ''هَـذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ''. (الزهد لهناد بن السري ۲/ ۵۳۱) ''اس نے نہ جانے مجھے کس کس گھاٹ پہنچایا ہے'' (یعنی زبان نے مجھے نہ جانے کن کن بے احتیاطیوں میں مبتلا کیا ہے)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے محتاط متقی اور پرہیز گار لوگ زبان سے ہونے والی لغزشوں سے اس قدر فکر مند تھے، تو ہم اور آپ کس شمار میں ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے: ''وَالَّـذِيْ لَاإِلٰـهَ إِلا هُـو، مَـا عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ شَيْءٌ أَحَقُّ لِطُولِ سِجْنٍ مِنْ لِسَانٍ''. (الزهد، لأحمدبن حنبل ص ۱۶۲)

اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس روئے زمین پر لمبے قید کی مستحق جتنا زبان ہے کوئی اور چیز نہیں ہے۔

بعض سلف صالحین نے زبان کے خطرے کی طرف اپنے اہل تعلق کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''پیارے اپنی زبان سے اس سے زیادہ ڈرو جتنا تم کسی ایسے پھاڑ کھانے والے درندے سے ڈرتے ہو جو تمہارے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے تمہیں پکڑنے پر پوری طرح قادر ہو، اس لیے کہ درندے کا مارا ہوا اگر مومن ہے تو بدلے میں اس کے لیے جنت ہے، لیکن جسے اس کی زبان کی بے احتیاطیوں نے مارا اس کی سزا تو جہنم ہے، ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ عفو درگذر کا معاملہ فرمادے۔

لہٰذا اپنی زبان پر مضبوط تالا لگادو اور اس تالے کو اسی وقت کھولو جب ضرورت ہو، اور جتنی دیر تالا کھولو، پوری طرح چوکنے رہو، اور ضرورت کی بات کہہ کر پھر تالا دوبارہ لگادو، زبان کے بارے میں غفلت ہرگز نہ برتو، اسے گفتگو میں سرکش، آزاد اور بے لگام نہ ہونے دو، ورنہ وہ تمہاری نیکیوں کو تباہ کر کے رکھ دے گی، اس چھوٹے سے عضو کی سخت نگرانی رکھو، اس لیے کہ گوشت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا دیکھنے میں تو ہے چھوٹا، مگر گناہ کرنے میں سب سے بڑھا ہوا ہے، کل قیامت کے دن اعمال نامے میں لکھی ہوئی زیادہ تر برائیاں وہ

ہوں گی جو زبان کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے اس میں درج کی گئی ہوں گی، اور زیادہ نیکیاں وہ ہوں گی جو دل کی نیک نیتی اور اچھے ارادے کی وجہ سے اعمال نامے کی زینت بنی ہوں گی‘‘۔ (آداب النفوس للمحاسبی ص ۴۳)

خلاصہ یہ کہ زبان بڑے خطرے کی چیز ہے، اور سمجھ دار وہی ہے جو اپنے کو زبان کی آفتوں سے محفوظ کرلے جائے۔

ویرانے بتا! تیرے مکینوں کا کیا بنا؟

آپ اپنے شاگردوں کو دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے، اسی سلسلے کا ایک واقعہ آپ کے نامور شاگرد حضرت مجاہد نقل فرماتے ہیں، کہتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ، فَمَرَّ عَلَى خَرِبَةٍ، فَقَالَ: قُلْ: يَاخَرِبَةُ، مَافَعَلَ أَهْلُكَ، فَقُلْتُ: يَاخَرِبَةُ مَافَعَلَ أَهْلُكَ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: ذَهَبُوا وَبَقِيَتْ أَعْمَالُهُمْ. (الزهد لأحمد بن حنبل ص ١٥٦)

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا کہ ان کا گذر ایک ویران کھنڈر سے ہوا، انہوں نے کہا: ذرا پوچھو: اے کھنڈر تیرے مکینوں کا کیا بنا؟ تو میں نے کہا: اے کھنڈر تیرے مکینوں (بسنے والوں) کا کیا بنا؟ جواب میں حضرت ابن عمر نے خود فرمایا: یہاں بسنے والے دنیا سے کوچ کر گئے اور اب ان کے اعمال باقی رہ گئے ہیں (جن کا کل قیامت میں حساب دینا ہے)

زندگی کی سچائی یہی ہے، آباد کرنے والے اس دنیا کو آباد کرتے ہیں پھر کچھ دن گذارنے کے بعد چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، چھوڑ کر چلے جانا کوئی خاص بات نہیں ہے، اللہ نے اس دنیا کا نظام ایسا ہی بنایا ہے، جو بھی یہاں آتا ہے چھوڑ کر جانے کے لیے ہی آتا ہے، کوئی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا، ہاں خاص بات یہ ہے کہ دنیا سے اس کی روانگی کیسی ہو رہی ہے؟ اللہ کو راضی کر کے اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے؟ یا ناراض کر کے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد مجاہد کو پہلے سوال کرنے کا حکم دیا، دراصل حضرت کو جو بات کہنی تھی، چاہتے تھے کہ وہ شاگرد کے دل میں اچھی طرح اتر جائے، اس لیے کہ انسان دنیا کے جھمیلوں اور بکھیڑوں میں لگ کر غافل ہو جاتا ہے، اور عبرت کی باتوں کو دیکھ کر بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا، چنانچہ حضرت نے شاگرد کے دل کو غفلت سے جگانے کے لیے پہلے سوال کیا، پھر اصل پیغام دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعلیم ونصیحت کے لیے یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے، چنانچہ متوجہ کرنے کے لیے پہلے صحابہ سے کوئی سوال کرتے، جب لوگ ہمہ تن متوجہ ہوجاتے تو آپ پھر ان کو کوئی نصیحت یا کوئی تعلیم دیتے۔

سلف کا بھی یہی انداز رہا ہے، وہ نصیحت وتعلیم اور اصلاح کے لیے مخاطب سے کوئی سوال کرتے، اور اس کے متوجہ ہونے پر جواب دیتے، جس سے مخاطب کو بھی فائدہ ہوتا اور کہنے والے کو بھی نفع ہوتا۔

حافظ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک قبرستان سے گذرے تو تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے، اور فرمایا:

”السَّلامُ عَلَيْكُمْ أهْلَ الدِّيَارِ الْمُوحِشَةِ، وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ! أنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَبِكُمْ عَمَّا قَلِيلٍ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ، وَتَجَاوَزْ عَنَّا وَعَنْهُمْ، طُوبٰى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ فِيْ جَمِيْعِ أحْوَالِهِ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى. ثُمَّ قَالَ: يَا أهْلَ الْقُبُوْرِ، أمَّا الزَّوْجَاتُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَأمَّا الدِّيَارُ فَقَدْ سُكِنَتْ، وَأمَّا الأمْوَالُ فَقَدْ قُسِّمَتْ، هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا، فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟! ثُمَّ الْتَفَتَ إلٰى أصْحَابِهِ فَقَالَ: أمَّا إنَّهُمْ لَوْ تَكَلَّمُوْا لَقَالُوْا: وَجَدْنَا خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. (العاقبة في ذكر الموت ص١٩٦)

سلامتی ہو تم پراے وحشت ناک گھروں اور ویران جگہوں میں رہنے والو! تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں، اور کچھ ہی وقت بعد تم سے مل جائیں گے، یا اللہ ہماری بھی مغفرت فرما اور ان گذرنے والوں کی بھی، اور ہماری اور ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر فرما، بڑی بھلائی ہے اس کے لیے جس نے آخرت کو یاد رکھا، وہاں کے حساب کے لیے عمل کیے، بقدر ضرورت پر قناعت کی اور اپنے تمام احوال میں اللہ رب العزت سے راضی رہا۔ پھر فرمایا: اے قبر والو! تمہاری بیویاں دوسروں کے نکاح میں آگئیں، گھروں میں دوسرے لوگ آباد ہوگئے، اور مال وجائداد لوگوں نے بانٹ لیے، یہ تو ہمارے یہاں کی خبریں تھیں، بتاؤ! تمہارے یہاں کی خبریں کیا ہیں؟ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: یہ لوگ اگر بولتے تو یہی جواب دیتے کہ ہم نے تقوی کو سب سے بہتر زاد راہ پایا۔ (یعنی آخرت میں سب سے زیادہ کام آنے والی چیز تقوی ہے۔)

○❖○

چھٹی قسط

سلفِ صالحین کے

روشن ملفوظات وواقعات

جمع وترتیب: شیخ ابو یحییٰ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ تعالیٰ

تلخیص وترجمانی: محمد سلمان منصور پوری

سنتِ رسول اللہ ﷺ پر ثبات قدمی

○ سیدنا حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِرشاد ہے کہ ''تم لوگ راہ حق اور سنت پر قائم رہو؛ اِس لئے کہ جو شخص بھی صراطِ مستقیم اور سنت پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، اور اللہ کے خوف سے اُس کی آنکھیں تر ہو جائیں، تو اُسے جہنم کی آگ کبھی بھی نہیں چھوئے گی''۔ (الزہد لابی داؤد ص:۱۹۹، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

○ علاء بن المسیبؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک شخص کو تشہد سکھلا رہے تھے، تو آپ نے جب یہ کلمات پڑھے: ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' تو اُس شخص نے ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کے بعد اپنی طرف سے ''وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ'' کے کلمات بڑھا دئے، تو یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ ''وحدہ لاشریک لہ'' ہے؛ لیکن ہم تشہد میں بس اُتنے ہی کلمات پڑھتے ہیں جو ہم نے پیغمبر علیہ السلام سے سیکھے ہیں''۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۱۲۷، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

(اِس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص مواقع پر جو کلمات اور اَذکار منقول ہیں، اُن کے درمیان اپنی طرف سے کلمات بڑھانا پسندیدہ نہیں ہے؛ اگرچہ معنی درست ہی کیوں نہ ہوں؟ ہر موقع پر اِس کا خیال رکھنا چاہئے) (مترجم)

○ حضرت اِمام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشادفرمایا: ''اَلاعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ'' (سنت رسول اللہ کومضبوطی سے پکڑنا ذریعہ نجات ہے) (شرح السنۃ للالکائی ص:۵۶، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ ''کوئی قول عمل کے بغیر مفید نہیں، اور کوئی قول وعمل نیت کے بغیر صحیح نہیں، اور یہ تینوں (قول وعمل اور نیت) سنت کی موافقت کے بغیر معتبر نہیں''۔ (شرح السنۃ للالکائی ۲/۵۷، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے: ''نَدُوْرُ مَعَ السُّنَّةِ حَيْثُ دَارَتْ'' (یعنی جدھر سنت جائے گی ہم بھی اُدھر ہی جائیں گے) (شرح السنۃ للالکائی ۲/۶۴، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جس کی موت اِسلام اور سنت پر آئے، اُس کے لئے آخرت میں ہر طرح کی خیر کی بشارت سنائی جائے گی''۔ (شرح السنۃ للالکائی ۲/۶۷، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت ابن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جنت تک پہنچانے کے لئے سنن وآثار پر چلنے سے زیادہ سیدھا راستہ کوئی اور نہیں ہے''۔ (شرح السنۃ للالکائی ۲/۸۸، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ ''سب سے زیادہ اَفضل عبادت اچھی رائے یعنی اِتباعِ سنت ہے''۔ (حلیۃ الاولیاء ۳/۲۹۳، من اَخبار السلف الصالح ۳۳)

○ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اُس شخص کے لئے خوش خبری ہے جو دوسروں کے عیب کے بجائے اپنے عیب پر نظر رکھے۔

اور اُس شخص کے لئے بھی خوش خبری ہے جو حقیقی مسکنت کے بغیر اللہ کی خوشنودی کے لئے تواضع اختیار کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بہر حال مسکینوں پر رحم فرمائیں۔

اور مبارک بادی ہے اُس شخص کے لئے جو کسی معصیت کے بغیر اپنے جمع کردہ مال سے صدقہ کرے۔ اور اہل علم، بردبار اور حکمت والے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرے، نیز سنت پر گامزن رہے، اور بدعت کی طرف تجاوز نہ کرے''۔ (حلیۃ الاولیاء ۴/۶۷، من اَخبار السلف الصالح ۳۴)

○ حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اِسلام کو سیکھا کرو، جب تم اُسے سیکھ لو، تو اُسے

کبھی مت چھوڑنا، اور تم صراطِ مستقیم پر قائم رہو؛ کیوں کہ وہی اِسلام ہے، اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر دائیں بائیں مت چلو، اور نبی اکرم علیہ السلام کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر ثابت قدم رہو"۔

(حلیۃ الاولیاء ۲/۲۱۸، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

○ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اِتَّبِعْ طُرُقَ الْھُدیٰ وَلا یَضُرُّکَ قِلَّةُ السَّالِکِیْنَ، وَإِیَّاکَ وَطُرُقَ الضَّلالَةِ، وَلا تَغْتَرَّ بِکَثْرَةِ الْھَالِکِیْنَ" (ہدایت کے راستوں کی پیروی کرو، اور اُس راستے پر چلنے والوں کی کمی کی پروامت کرو، اور گمراہی کے راستوں سے بچتے رہو، اور اُس راستے پر چل کر ہلاک ہونے والوں کی کثرت تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے) (الاعتصام للشاطبی ص:۶۲، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

(عام طور پر حق وشریعت پر چلنے والوں کی تعداد کم نظر آتی ہے، جب کہ بدعات وخرافات کے مجامع میں بھیڑ ہی بھیڑ دکھائی دیتی ہے، تو اِس مجمع کی کثرت سے کبھی مرعوب نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ پورے شرحِ صدر کے ساتھ سنت پر ثابت قدم رہنا چاہئے، یہی ہر زمانے میں اہل حق کا وطیرہ رہا ہے) (مترجم)

○ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ "تمہارا اصل اعتماد حدیث پر ہونا چاہئے، اور دوسروں کی وہی رائے قبول کرنی چاہئے جو تمہاری نظر میں حدیث کی تفسیر وتشریح پر مشتمل ہو"۔

(حلیۃ الاولیاء ۸/۱۶۵، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

○ ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے لوگوں کے سامنے ایک حدیث پڑھ کر سنائی، تو کسی نے اُن سے پوچھ لیا کہ "کیا آپ اِس حدیث پر عمل کرتے ہیں؟" تو حضرت نے اُس شخص کے سینے پر ہاتھ مارا، اور بہت زیادہ غصے کا اِظہار کیا، اور فرمایا کہ "تعجب ہے میں تمہارے سامنے نبی اکرم علیہ السلام کی حدیث سنا رہا ہوں، اور تم مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو کہ میں اُس پر عامل ہوں یا نہیں؟ تو سن لو! ہاں میں اِس پر عامل ہوں اور یہ مجھ پر اور جو اُس حدیث کو سنے اُس پر فرض ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم سے منتخب فرمایا، اور آپ کے ذریعہ سے اور آپ کے دست مبارک پر لوگوں کو ہدایت سے نوازا؛ لہٰذا ساری مخلوق پر آپ کی اتباع لازم ہے، خوشی کے ساتھ ہو یا ناگواری کے ساتھ، کسی مسلمان کو اِس سے کوئی مفر نہیں ہے"۔ (سیر اعلام النبلاء ۷/۱۴۲، من أخبار السلف الصالح ۳۴)

○ ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نبی اکرم علیہ السلام کی ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، اور پھر کہنے لگا کہ ''اِس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' تو یہ سن کر حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر لرزہ طاری ہوگیا اور آپ کانپ اُٹھے، اور فرمانے لگے کہ ''اگر میں نبی اکرم علیہ السلام سے کوئی حدیث بیان کروں اور میں اُس کے خلاف رائے اپناؤں، تو کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا؟ اور کون سی زمین میرا بوجھ اُٹھائے گی؟''۔ (یعنی یہ اِتنا بڑا جرم ہوگا کہ میرا وجود ہی باقی نہ رہے تو بجا ہے)

پھر آپ نے اِرشاد فرمایا کہ ''جب تم کسی مسئلے میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پالو، تو اُسی کی پیروی کرو اور کسی کے قول کی طرف توجہ مت دو''۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۰۷ا من أخبار السلف الصالح ۳۴-۳۵)

نوٹ:- مذکورہ بالا ملفوظات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مطلقاً ہر روایت کے ظاہر کو دیکھ کر عمل ضروری ہے؛ بلکہ عمل اُس وقت ضروری ہوگا جب کہ اُس کے معارض کوئی اور نص موجود نہ ہو، اِسی طرح وہ روایت مجمل نہ ہو، پس اگر تعارض پایا جائے گا۔ تو حضراتِ مجتہدین اپنے اجتہاد کی روشنی میں ترجیح یا تطبیق کی رائے اپنائیں گے؛ جیسا کہ مختلف مسائل میں حضرات ائمہ اربعہ (اِمام اَبوحنیفہ، اِمام مالک، اِمام شافعی اور اِمام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) نے آراء اختیار فرمائی ہیں، جو کتب فقہ وحدیث میں مذکور ہیں) (مترجم)

○ حضرت ابوعثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اپنے اوپر قولی اور عملی اعتبار سے سنت رسول اللہ کو حاوی کرلے، تو اُس کی زبان سے حکمت پر مبنی باتیں صادر ہوں گی۔ اِس کے برخلاف جو شخص خواہشات سے مغلوب ہوجائے تو اُس سے بدعات کا صدور ہوگا''۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ [النور، جزء آیت: ٥٤] (اگر تم اُس کی اِطاعت کروگے تو ہدایت پاجاؤگے) (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۶۴ من أخبار السلف الصالح ۳۵)

○ حضرت اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین پانچ باتوں کا بہت اہتمام رکھتے تھے:

(۱) لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ (اُمت کے اِجماعی نظریات کا اِلتزام)

(۲) اِتِّبَاعُ السُّنَّةِ (سنت رسول اللہ کی پیروی)

(۳) عِمَارَةُ الْمَسْجِدِ (مسجد کو آباد رکھنا)

(۴) تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ (قرآنِ کریم کی تلاوت)

(۵) اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کے راستے میں جہاد)(حلیۃ الاولیاء ۱۴۲/۶، من أخبار السلف الصالح ۳۵)

(مذکورہ پانچوں باتیں صراطِ مستقیم پر استقامت اور دین داری کی بقا کے لئے لازم ہیں)(مترجم)

○ حضرت اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے ''صالح'' فرماتے ہیں کہ ایک صاحب بالوں میں مہندی لگا کر والد ماجد حضرت اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے اُسے دیکھ کر اِرشاد فرمایا کہ ''میں اِس شخص کو ایک سنت (مہندی) کو زندہ کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس سے مجھے خوشی ہو رہی ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۳۵/۱۱، من أخبار السلف الصالح ۳۵)

(یہ واقعہ حضرت اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سنت رسول اللہ سے سچی محبت اور وابستگی کی روشن دلیل ہے، اور اِس مہندی سے ''سرخ مہندی'' مراد ہے) (مترجم)

○ حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''آدمی کو چاہئے کہ جب وہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب سے متعلق کوئی بات سنے، تو اُس پر مضبوطی سے عمل بھی کرے''۔ (الجامع لاخلاق الراوی ۱۴۲/۱، من أخبار السلف الصالح ۳۷)

○ حضرت اَیوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب مجھے اہل سنت والجماعت میں سے کسی فرد کے انتقال کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا غم ہوتا ہے گویا کہ میرے بدن کے اعضاء میں سے کوئی عضو تلف ہوگیا ہو''۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۳، من أخبار السلف الصالح ۳۷)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ ''اللہ تم پر رحم کرے، تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ گذشتہ زمانے میں بھی سنت پر عمل کرنے والے لوگ کم تھے اور موجودہ زمانے میں بھی اُن کی تعداد قلیل ہے، یہ لوگ نہ تو سرمایہ داروں کے ساتھ اُن کی موج مستی میں شریک ہیں اور نہ اہل بدعت کے ساتھ اُن کی بدعات میں شامل ہیں؛ بلکہ وہ مرتے دم تک سنت پر ثابت قدم ہیں؛ لہٰذا تمہیں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے''۔ (تعظیم قدر الصلوٰۃ للمروزی ۶۷۸/۲، من أخبار السلف الصالح ۳۷)

○❖○

قسط (۴)

پردہ اور حجاب: اہمیت اور ضرورت

ترتیب:- مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دار الافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

امہات المؤمنین اور صحابیات میں پردہ کا اہتمام

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع میں مرد ہمارے سامنے آجاتے تو ہم منھ پر چادر لٹکا لیتے اور جب سامنے سے ہٹ جاتے تو منھ پر سے چادر ہٹا دیتے (اس لئے کہ بحالت احرام منھ چھپانا منع ہے)۔

عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ. (أبوداؤد شريف ۱/۲٦۱، رقم: ۱۸۳۳، كتاب المناسك، باب في المحرمة تغطي وجهها)

ابوداؤد شریف میں ایک اور حدیث ہے:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْأَلُ عَنْ اِبْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتِ تَسْأَلِيْنَ عَنْ اِبْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأَ اِبْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي. (أبوداؤد شريف ۱/۳٤٤، كتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم الخ) یعنی ایک غزوہ میں ایک نوجوان کی شہادت کی خبر پھیلی تو اس کی ماں جن کا نام ام خلاد ہے، اس واقعہ کی تحقیق کے لئے (پریشان و پراگندہ حالت میں) نقاب ڈال کر (یعنی پردہ میں) آئیں، کسی نے کہا ایسی پریشانی کی حالت میں بھی نقاب (پردہ) نہ چھوڑا، انہوں نے جواب دیا میں نے لڑکا گم کیا ہے، غیرت اور حیا گم نہیں کی ہے، اندازہ لگایئے ان کے دل میں پردہ کی کتنی اہمیت تھی۔

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی جوان کے باپ کی باندی سے پیدا ہوئے تھے، جن کے متعلق دوسرے کا دعویٰ تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے، آپ ﷺ نے اس کا دعویٰ رد کر دیا اور حضرت

سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی قرار دیا، تاہم حضور اکرم ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاطاً حکم دیا: ”اِحْتَجِبِي مِنْهُ“ اس سے پردہ کرو، چنانچہ روایات میں آتا ہے: ”فَمَا رَآهَا حَتّٰى لَقِيَ اللهَ“ یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اور اس لڑکے نے اس احتیاطی امر پر اس شدت سے عمل کیا کہ اس لڑکے نے مرتے دم تک اپنی بہن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو (اور حضرت سودہؓ نے اس بھائی کو) نہیں دیکھا۔

(مشکوۃ شریف ۲۸۷، باب اللعان، بخاری ۲/ ۱۰۶۵، رقم: ۲۱۸۲)

حدیث میں ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ“ (مشكوة شريف ٢٦٨، بخاری ٢/ ٧٨٧، رقم: ٥٢٣٢، ترمذي ١/ ٢٢٠) یعنی آں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اجنبیہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک صحابی نے عرض کیا دیور، جیٹھ کا بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا کہ دیور تو موت ہے، یعنی جس طرح موت سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں، اسی طرح دیور جیٹھ وغیرہ شوہر کے خویش واقارب سے بھی ڈرنا یعنی پردہ کرنا چاہئے۔

پیغمبر خدا ﷺ جسے موت سے تعبیر فرماتے ہیں آج امت کی اکثریت اسے حیات سمجھتی ہے، دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، خالہ زاد، چچا زاد، ماموں زاد، بھائی بہن وغیرہ سے پردہ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا؛ بلکہ معیوب شمار کیا جاتا ہے، ان سے بے حجاب ملنے اور ہنسی مذاق کرنے اور خلوت میں اٹھنے بیٹھنے، باتیں کرنے اور ایک ساتھ سفر کرنے کو خوبی اور خوش اخلاقی سمجھا جاتا ہے، گناہ کریں اور اسے کمال سمجھیں، اس سے زیادہ دلیری اور کیا ہوسکتی ہے؟ اس طرح آں حضرت ﷺ کے فرامین کی علی الاعلان مخالفت کی جا رہی ہے، اہل علم اور دیندار طبقہ بھی اس میں شامل ہے، افسوس!

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بجائے اس کے کہ اپنے جرم کا اعتراف کرتے اور اپنے معاشرہ کی غلطی کی اصلاح کی فکر کرتے ”چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد“ کا مصداق بنتے ہوئے غلط دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور غلط دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دل کا پردہ کافی ہے، معروف اور شرعی پردہ کی ضرورت نہیں، گویا اپنی ذات کو حضور اکرم ﷺ کی بنات طاہرات، ازواج مطہرات، صحابیات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ پاکباز تصور کرتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم ان حضرات کی بہ نسبت اپنے قلوب پر زیادہ قابو رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ من هذه الهفوات.

حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کی نگاہ کسی اجنبیہ پر پڑی اور دل متأثر ہوا، اس کو دور کرنے کے لئے فوراً گھر تشریف لائے اور زوجہ مطہرہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور مصاحبت کی اور فرمایا کہ جس کو بھی ایسا واقعہ پیش آئے تو وہ اپنی گھر والی (بیوی) کے پاس چلا جائے، اس لئے کہ اس کے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: رَأٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَۃً فَاَعْجَبَتْہُ، فَأَتٰی سَوْدَۃَ وَھِيَ تَصْنَعُ طِیْبًا وَعِنْدَھَا نِسَاءٌ فَأَخْلَیْنَہٗ فَقَضٰی حَاجَتَہٗ ثُمَّ قَالَ: أَیُّمَا رَجُلٍ رَأٰی اِمْرَأَۃً تُعْجِبُہٗ فَلْیَقُمْ اِلٰی أَھْلِہٖ فَإِنَّ مَعَھَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَھَا. (مشکوۃ: ۲۶۹، أبوداؤد ۱/۲۹۲، رقم: ۲۱۵۱، ترمذي ۱/۲۱۹، رقم: ۱۱۵۸)

یہ واقعہ خاص امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ جب کسی کو ایسی بات پیش آ جائے تو یہ عمل کر کے طبیعت کو تسکین دے، عورت کو دیکھ کر طبیعت کا متأثر ہونا قدرتی اور فطرت انسانی ہے اور اور اسی لئے وہ نظر جو پہلی مرتبہ بلا قصد کے ہو معاف ہے، قابل مواخذہ نہیں ہے، یہ فطری اور جنسی میلان جو طبیعت انسانی میں ایک دوسرے کے لئے ہے یہ خدا کی پیدا کردہ ہے، اس نے اپنی حکمت اور مصلحت کے ماتحت خاص مقصد سے اس کو نفس انسانی میں پیدا فرمایا ہے، اس کا جائز استعمال ثواب کا باعث ہے اور ناجائز استعمال عذاب کا موجب ہے، حاصل یہ کہ جب آں حضرت ﷺ کا قلب مبارک متأثر ہوا تو ہمارے دلوں کی کیا حیثیت ہے؟ لہٰذا جہاں جس قدر فتنہ کا اندیشہ ہوگا وہاں اسی قدر پردے کا سخت حکم ہوگا۔ (فتاوی رحیمیہ جدید ۱۰/ ۹۷-۹۹)

پردہ دلوں کے پاک رکھنے کا ذریعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو امت کے مقدس ترین اور افضل ترین اور انتہا درجہ کے پاکباز افراد ہیں، انہیں حکم تھا: ”**وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ**“ (الأحزاب: ۵۳) یعنی: اور جب تم ان سے (یعنی ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور

اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں دیکھا کہ ایک نابینا صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آرہے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا، میں نے کہا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھ پائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، تم تو دیکھ سکتی ہو۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ مَيْمُوْنَةَ فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَا وَاِنْ اَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. (أبوداؤد ۲/۵٦۸، رقم: ٤۱۱۲، ترمذي ۲/۱۰٦، رقم: ۲۷۷۸، مشكوة ۲٦۹)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ (پہلے یہ غلام تھے اور تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ تھے) کے درمیان پردہ نہ تھا (ان کے نزدیک غلام سے پردہ کرنا ضروری نہ تھا) ایک دن آکر حضرت سالم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد کردیا ہے، اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مبارکباد دی اور ان سے پردہ کرلیا، حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔

قَالَ سَالِمٌ كُنْتُ آتِيْهَا مُكَاتَبًا مَا تَخْتَفِيْ مِنِّيْ، فَتَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيَّ، وَتَتَحَدَّثُ مَعِيْ حَتّٰى جِئْتُهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقُلْتُ اِدْعِيْ لِيْ بِالْبَرَكَةِ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ: وَمَا ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَعْتَقَنِيَ اللهُ، قَالَتْ: بَارَكَ اللهُ لَكَ وَأَرْخَتِ الْحِجَابَ دُوْنِيْ فَلَمْ أَرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

(نسائي ۱/۱٤، رقم: ۱۰۰، باب مسح المرأة رأسها)

حضور اکرم ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جب بلوغت کی حد کو پہنچا (یعنی بلوغت کے آثار نمایاں ہوگئے) تو میں نے صبح حاضر خدمت ہوکر نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم گھر میں عورتوں کے پاس نہ جانا۔

(عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ) لَمَّا كَانَ صَبِيْحَةً اِحْتَلَمْتُ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ لَا تَدْخُلْ عَلَى النِّسَاءِ فَمَا أَتٰى عَلَيَّ يَوْمٌ أَشَدَّ مِنْهُ. (جمع الفوائد، باب الغيرة والخلوة بالنساء والنظر إليهن ۱/۲٦۹، مجمع الزوائد ٤/۳۲۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک اور پاکباز لڑکا کون ہوسکتا ہے اور ازواج مطہرات دنیا کی مقدس ترین اور افضل ترین عورتیں ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے خادم خاص پر پابندی عائد کردی اور پردہ کا حکم فرمایا، آج اس فتنہ کے دور میں عوام یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ دل صاف ہونا چاہئے، رسمی پردہ کی ضرورت نہیں، دل کا پردہ کافی ہے، یہ کھلم کھلا شریعت پر اعتراض ہے، کیا اس زمانہ کے لوگوں کے قلوب آپ علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کی پاکباز ازواج اور پاکیزہ بیٹیوں اور آپ کے معتمد فرماں بردار متقی خادم حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ پاک اور متقی ہوسکتے ہیں (معاذ اللہ)۔

مشہور بزرگ حضرت شیخ نصیر آبادی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ لوگ اجنبیہ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے، انہوں نے فرمایا: ''مَادَامَتِ الْاَشْبَاحَ بَاقِيَةٌ فَإِنَّ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ بَاقٍ وَالتَّحلِيلُ وَالتَّحْرِيمُ مُخَاطَبٌ بِهِ'' یعنی جب تک جسم انسانی باقی ہیں، امرونہی (شرعی احکام) بھی باقی ہیں اور تحلیل وتحریم کے مخاطب ہیں۔ (بوادرالنوادر:۷۰۲،ادارہ اسلامیات لاہور)

پردہ سے متعلق اقوال زریں

نامحرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا زنا اور فحش کاری کا پہلا زینہ ہے، اسی سے تمام خرابیوں، بے حیائی اور بے شرمی کا دروازہ کھلتا ہے؛ اس لئے خدائے پاک نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ بدنظری سے بچتے رہو اور خواہش انسانی کو کچلتے رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. (النور: ۳۰)

آپ ﷺ مؤمنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ تمہارے لئے دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، بےشک خدائے پاک اپنے بندوں کے کام سے واقف اور باخبر ہے، اسی طرح عورتوں سے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (النور: ۳۱) اور مؤمن عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں، نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمن عورتوں

کی دلوں کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے اور مؤمن مردوں کی غیرت کے لئے اور مؤمن عورتوں کو کافر ومشرک عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے ہیں، پہلا حکم یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، یعنی نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچیں۔ احیاء العلوم میں ہے: "وزنا العين من كبار الصغائر وهو يؤدي على القرب إلى الكبيرة الفاحشة، وهي زنا الفرج ومن لم يقدر على غض بصره لم يقدر على حفظ دينه" یعنی آنکھ کا زنا صغیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ گناہ کبیرہ (زنا، لمس وغیرہ) کا سبب بھی بن سکتا ہے؛ اس لئے جو کوئی اپنی نگاہ پر کنٹرول نہیں کرسکتا وہ اپنے دین کی بھی حفاظت نہیں کرسکتا۔ (احیاء العلوم ۳/ ۹۸، ترجمہ اردو ۳/ ۳۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے: "إياكم والنظرة فإنها تزرع في القلب شهوة، وكفى بها فتنة" یعنی جھانکنے سے بچو اس سے دل میں شہوت کا بیج پیدا ہوتا ہے اور فتنہ پیدا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ (احیاء العلوم ۳/ ۹۸، ترجمہ اردو ۳/ ۳۱۲)

حضرت داؤد علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا: شیر اور سانپ کے پیچھے چلے جانا، عورت کے پیچھے کبھی نہ جانا (کہ یہ فتنہ میں ملوث کرنے میں شیر اور سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے)۔ وقال سيد بن جبير انها جاء ت الفتنة من قبل النظرة، ولذلك قال لابنه يا بنى امش خلف الأسد والأسود، ولا تمش خلف المرأة. (احیاء العلوم ۳/ ۹۸، ترجمہ اردو ۳/ ۳۱۳)

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نامحرم کو دیکھنے اور خواہش کرنے سے اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر (نامحرم کو دیکھنا) میرا وہ پرانا تیر ہے کہ میں کبھی اس سے خطا نہیں کرتا۔

وقيل يحيى عليه السلام ما بدء الزنى؟ قال النظر والتمنى، وقال الفضيل يقول إبليس هو قوسي القديمة وسهمي الذي لا أخطئ به يعني النظر. (احیاء العلوم ۳/ ۹۸ ترجمہ اردو ۳/ ۳۱۳)

حدیث میں ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيْسٍ، فَمَنْ تَرَكَهَا خَوْفًا مِنَ اللهِ أَعْطَاهُ اللهُ تَعَالىٰ إِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ. یعنی نامحرم کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ

تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرماتا ہے کہ جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ۲۶۸)

نیز حدیث میں ہے: عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِيْ. حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں (فوراً) اپنی نگاہ ہٹالوں۔ (مشکوۃ شریف ۲۶۸، مسلم شریف ۲/۲۱۲، رقم: ۲۱۵۹)

نیز حدیث میں ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَکَ الْأُوْلیٰ وَلَيْسَتْ لَکَ الْآخِرَةُ. (ابو داؤد، رقم: ۲۱۴۹، باب ما يؤمر به من غض البصر، بحواله مشكوة ۲۶۹) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت فرمائی کہ اے علی! نگاہ کے بعد نگاہ نہ ڈالو کہ نگاہ اول (بلا ارادہ کے اچانک نظر) قابل عفو ہے، دوسری نظر (جو قصداً ہو) معاف نہیں۔

احکام القرآن میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّمَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ: "لَکَ النَّظْرَةُ الْأُوْلیٰ" إِذْ لَمْ تَكُنْ عَنْ قَصْدٍ، فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عَنْ قَصْدٍ فَهِيَ وَالثَّانِيَةُ سَوَاءٌ. یعنی نگاہ اول سے مراد وہ نظر ہے جو اچانک بلا قصد کے ہو؛ لیکن جب کہ بلا اجازت شرعی بالقصد ہو تو جس طرح دوسری نظر قابل مواخذہ ہے اسی طرح پہلی نظر ہی قابل مواخذہ ہے۔ (احکام القرآن ۴/۳۸۵، سورۃ النور)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ایک حدیث نقل کی ہے: "إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ" حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: خبردار! شارع عام پر نہ بیٹھو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کے بغیر چارۂ کار نہیں (اس لئے کہ لین دین اور تجارتی معاملہ رہتا ہے) تو آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجبوری ہو تو اس شرط پر اجازت ہے کہ راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ کرام نے پوچھا راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نظر کو نیچی رکھنا اور ازی (تکلیف پہنچانے) سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور معروف کا حکم کرنا اور منکر سے روکنا وغیرہ وغیرہ۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ۴/۱۵۷، مسلم شریف ۲/۳۱۳، ماخوذ از فتاوی رحیمیہ ۱۰/۹۰-۹۳)

❍❖❍

پتنگ بازی اور اس کے مفاسد

مولانا نفیس احمد صاحب خادم مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم، بڑی مسجد، محلہ بساون گنج، امروہہ

پتنگ بازی کی ایجاد

پتنگ کی ایجاد کا سہرا دو قومیں لیتی ہیں، چینی اور مصری۔ چینیوں کا دعوی ہے، پہلی پتنگ ۴۰۰ سال قبلِ مسیح میں چین میں بنائی اور اڑائی گئی ...... چینیوں کے برعکس مصریوں کا دعوی ہے کہ پتنگ سازی فراعین کے دور میں موجود تھی...... مصریوں کا کہنا تھا، یہ فن مصری جہاز رانوں یا تاجروں کے ذریعے چین پہنچا، چینی بادشاہوں نے اسے شرفِ قبولیت بخشا اور یوں پتنگیں چین میں رائج ہو گئیں۔

مصر میں چوں کہ پتنگ بازی صرف شاہی خاندان تک محدود تھی؛ لہذا اسے شاہی کھیل سمجھا جاتا تھا اور عام آدمی کو یہ کھیل کھیلنے کی اجازت نہیں تھی، چنانچہ یہ کھیل کھل کر سامنے نہ آسکا، جبکہ چین میں بادشاہوں نے اسے عام کر دیا، یوں پتنگ چینیوں کی ایجاد محسوس ہونے لگی۔ اگر ہم مصریوں کے دلائل تسلیم کرلیں، تو پھر پتنگ بازی کی تاریخ پانچ ہزار قبلِ مسیح ہے۔

لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ پتنگ چین سے ہو کر ہی برصغیر اور پھر یورپ پہنچی، برصغیر میں پتنگ بازی، پتنگ سازی اور پتنگ کو بطورِ صنعت قائم کرنے کا اعزاز بودھ مت کے پیروکاروں کو حاصل ہے۔ بودھ بھکشو پہلی پتنگ ہندوستان لے کر آئے، ہندوستانیوں کے لیے یہ ایک بالکل نئی اور حیران کن چیز تھی؛ لہذا یہ بڑی تیزی سے پورے ہندوستان میں رائج ہو گئی، ہندو راجوں اور مہاراجوں نے اس کی پذیرائی کی، اپنی نگرانی میں پتنگیں تیار کرائیں، پتنگیں اڑانے کے لیے ٹیمیں بنائیں اور پھر عوام کو یہ ''میچ'' دیکھنے کی دعوت دی۔ (بسنت کیا ہے؟ ص:۵۲)

شروع شروع میں پتنگیں ہر موسم میں اڑائی جاتی تھیں؛ لیکن پھر تجربے سے معلوم ہوا یہ بھی ایک موسمی کھیل ہے۔ یہ کھیل سرما میں ہوا کی کمی، برسات میں ہوا میں موجود نمی اور موسمِ گرما میں تیز دھوپ اور آندھی طوفان کے باعث نہیں کھیلا جا سکتا۔ اس کے لیے مناسب ترین موسم بہار ہے، اس موسم میں ہوا میں نہ تو حد سے زیادہ نمی ہوتی ہے اور نہ ہی تیزی، یہ کھیل کھیلنے والے بھی موسم کی شدت سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہیں، چنانچہ پتنگ بازی بھی موسمِ بہار میں شروع ہو گئی۔ (بسنت کیا ہے؟ ص:۵۲)

شرعی حکم

اس میں بہت سی ایسی خرافات ہیں، جن کی وجہ سے فقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ''پتنگ بازی'' کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

پتنگ اڑانا جائز نہیں، اس میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں:

(۱) کبوتر کے پیچھے بھاگنے والے کو حضور ﷺ نے شیطان فرمایا ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى رَجُلًا يَتَّبِعُ حَمَامَةً، فَقَالَ: شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانَةً.** (أبو داؤد ۲/۱۹٤) کبوتر بازی میں انہماک کی وجہ سے امورِ دینیہ ودنیویہ سے غفلت کا مفسدہ پتنگ بازی میں بھی پایا جاتا ہے؛ لہٰذا یہ وعید اس کو بھی شامل ہے۔

(۲) مسجد کی جماعت؛ بلکہ خود نماز سے ہی غافل ہوجانا، شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی اللہ تعالیٰ نے یہی وجہ بیان فرمائی ہے۔ ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾[المائدة:۹۱]

(۳) پتنگ اکثر مکانوں کی چھت پر کھڑے ہوکر اڑائی جاتی ہے، جس سے آس پاس والے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

(۴) بعض اوقات پتنگ اڑاتے اڑاتے پیچھے کو ہٹتے ہیں اور نیچے گر جاتے ہیں......اس میں اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ حضور ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے، جس پر آڑ نہ ہو۔

(۵) بے جا مال صرف کرنا تبذیر اور حرام ہے، قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۲۷) پتنگ بازی کا باہم مقابلہ معصیت میں تسابق وتفاخر ہے، جو حرام ہے اور اس پر کفر کا فتویٰ ہے۔ (احسن الفتاوی ۸/۱۷۶، اصلاح الرسوم ۱۷، ۱۸)

''فتاویٰ قاسمیہ'' میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''پتنگ بازی کے اندر وہ تمام مفاسد موجود ہیں، جو کبوتر بازی میں ہوتے ہیں۔ مثلاً: چھتوں پر چڑھنے کی وجہ سے عورتوں کی بے پردگی، ہار جیت، تضییع اوقات، ہلاکت کا خطرہ وغیرہ وغیرہ...... نیز آنحضرت ﷺ نے اس طرح بازی لڑ کر لوٹنے والوں کو شیطان مردود سے تشبیہ دی ہے؛ اس لیے مذکورہ مفاسد اور آنحضرت ﷺ کی ممانعت کی بنا پر پتنگ بازی وکبوتر بازی ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ایسے مفاسد میں مبتلا ہونے سے لوگوں کو سختی یا حکمت سے روک تھام کیا کریں۔'' (فتاوی قاسمیہ ۲۴/۳۶۴)

المسائل المہمہ میں ہے: شریعتِ اسلامیہ نے جہاں بہت سے تفریحی کھیلوں کی اجازت دی ہے، وہیں چند ایسے کھیلوں کو جو آپسی جھگڑوں، تضییع اوقات، جوا قمار کا ذریعہ ہیں، سختی سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً: چوسر، شطرنج، کبوتر بازی، مرغ بازی، بیٹر بازی، پتنگ بازی، جانور کو لڑانا، ویڈیو گیم، گوٹی لوڈو، تاش کھیلنا وغیرہ، ان کھیلوں میں سوائے نقصانات کے دینی یا دنیوی کوئی فائدہ نہیں، اس لیے یہ سب ممنوع ہیں۔ (اہم مسائل جن میں ابتلا عام ۲/ ۲۲۷)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ نے کبوتر بازی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، کبوتر کے پیچھے دوڑتے ہوئے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: ''شیطان، شیطان کے پیچھے دوڑ رہا ہے''۔ کبوتر بازی ہی پر پتنگ بازی کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے یہ کراہت عام حالات میں تو ہے ہی، اگر اس کے ساتھ جوا اور دوطرفہ شرط بھی ہو تب تو حرام نیز اور بھی سخت گناہ کا باعث ہوگا''۔ (جدید فقہی مسائل ۱/ ۲۳۶)

محمود الفتاوی ۴/ ۱۱۹، محقق و مدلل جدید مسائل ۱/ ۷۶، جدید مسائل کے شرعی احکام صفحہ نمبر: ۲۰ نیز مسائلِ سود- مؤلفہ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی- صفحہ نمبر: ۲۵۹ پر بھی ''پتنگ بازی'' کے ناجائز ہونے کی صراحت موجود ہے۔

دوسروں کو نقصان پہنچانے والا ملعون!

''پتنگ بازی'' میں ممانعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں ایک دوسرے کی پتنگ کاٹ کر، دوسرے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، جبکہ دوسروں کو نقصان پہنچانے پر شریعت میں وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

'' مَنْ ضَارَّ، ضَارَّ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ شَاقَّ، شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ''. (مشكوة: ٤٢٨) جو شخص (کسی دوسرے کو) نقصان پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو نقصان پہنچائے گا، اور جو شخص (کسی دوسرے کے ساتھ) تنگی کا معاملہ کرے گا، اللہ تعالی اس کے ساتھ تنگی کا معاملہ فرمائیں گے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: ملعون ہے وہ شخص، جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرے۔ (مشکوۃ ۴۲۸)

یہ وعید جس طرح پتنگ کاٹنے والے کے لیے ہے، اسی طرح جس کی پتنگ کٹی ہے وہ بھی اس کا

مستحق ہوگا؛ کیوں کہ ہر شخص کی نیت یہ ہوتی ہے کہ (میں) دوسرے کی پتنگ کاٹوں اور اس کا نقصان کروں۔ (اصلاح الرسوم ۱۷، کھیل کود اور پتنگ بازی کے احکام ۱۶)

اور پھر بعض لوگوں پر تو اس کا اتنا بھوت سوار ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی پتنگ کاٹنے کے چکر میں جاپانی مانجا استعمال کرتے ہیں، جس میں شیشے وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے اور اس کی دھار اتنی تیز ہوتی ہے، کہ جہاں اس مانجے سے خود پتنگ اڑانے والے کو خطرہ رہتا ہے، اور اس خطرے سے بچنے کے لیے اسے اپنی انگلیوں پر پٹی یا کپڑا وغیرہ لپیٹنا پڑتا ہے، وہیں دوسری طرف دیگر لوگوں کے اس کی زد میں آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ناخوش گوار واقعات پیش آجاتے ہیں، حتی کہ اس سے بعض اوقات دوسرے کی گردن تک کٹ جاتی ہے، اور اس طرح یہ دل چسپی کا سامان ایک بے قصور انسان کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، اور اس بے قصور انسان کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہونے پر مجبور کردیتا ہے۔

خوش دلی کے بغیر دوسرے کا مال حلال نہیں

''پتنگ بازی'' کے شوقین لوگ پتنگ لوٹنے کا جرم بھی کرتے ہیں، جس میں دوسرے کی دل آزاری کے ساتھ دوسرے کے مال کو ہڑپ لینے کا گناہ بھی ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی ہے:

''لَایَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ''. (مشکوۃ ۲۵۵)

یعنی کسی بھی شخص کے لیے دوسرے شخص کا مال اس کی رضامندی اور خوشنودی کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام نے پتنگ لوٹنے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ ''پتنگ کٹنے کے بعد، اس میں لگے روپیہ کا مالک کون؟'' اس سوال کے جواب میں حضرت الاستاذ مفتی شبیر احمد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں: ''پتنگ اور نوٹ دونوں لقطے کے حکم میں ہوں گے، مالک کو واپس کردینا واجب ہوگا، مالک نہ ملنے کی صورت میں نوٹ کا صدقہ کردینا اور پتنگ کا پھاڑ دینا لازم ہوگا۔ (اگر فتنے کا خطرہ نہ ہو)

(فتاوی قاسمیہ ۲۴/۳۶۵)

چوں کہ کٹی ہوئی پتنگ لقطے کے حکم میں ہے؛ اس لیے پتنگ لوٹنے والوں کو آقائے نامدار تاجدارِ بطحا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی بھی ذہن میں رکھنا چاہیے! آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''ضَالَّۃُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ''. (مشکوۃ ۲۶۲)

مسلمان کی گم شدہ چیز (دوزخ) کی آگ کا ایک شعلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لقطے کو اس بدنیتی کے ساتھ اٹھائے کہ میں اس کا مالک ہو جاؤں؛...... تو وہ لقطہ اس شخص کو دوزخ کی آگ کے حوالے کر دے گا۔ (مظاہر حق جدید ۳/۲۰۹، مرقاۃ ۶/۲۰۴، انعام الباری ۷/۱۲۴)

حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پتنگ لوٹنے کی ممانعت پر بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ ''...... وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.'' (بخاری حدیث: ٢٤٧٥، مسلم ١/٥٥)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا، جس کی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی وہ مؤمن رہے۔ یعنی یہ خصلت ایمان کے خلاف ہے۔ (اصلاح الرسوم ۱۷، کھیل کود اور پتنگ بازی کے احکام ۱۶)

گناہ کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے!

شریعت مطہرہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ برے کام سے روکنے ہی پر اکتفاء نہیں کرتی، بلکہ اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے، اس کے راستوں اور دروازوں کو بھی مسدود اور بند کر دیتی ہے؛ اسی لیے قرآن مقدس نے برائی میں مدد کرنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ اسی اصول کے پیشِ نظر شریعت نے پتنگ وغیرہ بیچنے کو ممنوع اور مکروہ قرار دیا ہے۔

چند فتاویٰ اور فقہائے کرام کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''پتنگ بنانا اور فروخت کرنا تعاون علی المعصیت کی وجہ سے ناجائز ہے: لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدہ: ۳] (فتاوی قاسمیہ ۱۹/۴۵۲ و ۲۱/۴۴۹، محقق و مدلل جدید مسائل ۲/۳۴۱)

(۲) پتنگ بنانے کی اجرت تو فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن یہ عمل اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور یہ عمل قابلِ ترک ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ۲۱/۴۴۹)

(۳) ''جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے، اس کا کاروبار مکروہ ہے''۔ (فتاوی محمودیہ کراچی ۱۶/۱۳۴)

(۴) ''فتاویٰ دار العلوم'' میں ہے: سوال: پتنگ سازی اور پتنگ فروشی جائز ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں پیشہ والوں کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: یہ پیشے ناجائز ہیں اور کھانا بھی اچھا نہیں۔ (فتاوی دار العلوم جدید ۱۶/۲۹۱)

(۵) مفتی شفیع صاحبؒ رقم طراز ہیں: جو سامان کفر وضلال یا حرام ومعصیت ہی کے کھیلوں میں استعمال ہوتا ہے، اس کی تجارت اور خرید وفروخت بھی حرام ہے، اور جو لہو ومکروہ میں استعمال ہوتا ہے، اس کی تجارت بھی مکروہ ہے۔ (جدید مسائل کے شرعی احکام ۳۶ بحوالہ معارف القرآن)

(۶) جدید معاملات کے شرعی احکام میں ہے: بعض شہروں میں پتنگ اڑانے کا بہت رواج ہوگیا ہے؛ اس لیے لوگوں نے پتنگ سازی کو مستقل پیشے کے طور پر اختیار کرلیا ہے، شرعاً پتنگ سازی کا کیا حکم ہے؟ اس کو بطور پیشہ اختیار کرنے اور اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اس حکم کا مدار پتنگ بازی کے حکم پر ہے۔ پتنگ بازی کا حکم تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: جب شرعاً پتنگ اڑانا ناجائز، بلکہ حرام ٹھہرا تو پتنگ سازی میں اس حرام کام کے لیے معاون بننا ہے، تو جس طرح دوسرے آلات معصیت کی تجارت مکروہ تحریمی ہے پتنگ کی تجارت بھی مکروہ تحریمی ہوگی اس لیے اجتناب لازم ہے، اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا استعمال بھی جائز نہیں۔ (جدید معاملات کے شرعی احکام ۱/ ۱۰۱-۱۰۲ ملخصا)

(۷) دار العلوم کراچی کے ایک تفصیلی فتوے کے آخر میں ہے: ''پتنگ اڑانا، پتنگ لوٹنا، ڈور لوٹنا، پتنگ بیچنا، خریدنا سب ناجائز ہے، حتی کہ اس پیشے سے تعلق رکھنے والے حضرات کو کوئی دوسرا جائز پیشہ اختیار کرنا ضروری ہے، جس کی آمدنی شرعاً حلال ہو''۔ (از: کھیل اور تفریح کی شرعی حدود ۶۵)

پتنگ بازی بریلوی علماء کے نزدیک بھی ممنوع

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس مسئلے میں دیوبندی، بریلوی میں اختلاف بھی نہیں ہے، جس طرح علمائے دیوبند اس کو ناجائز کہتے ہیں، اسی طرح بریلوی علماء کے نزدیک بھی یہ ناجائز ہے، اور جو لوگ سمجھانے کے باوجود اس سے باز نہ آئیں بریلوی حضرات کے نزدیک ان کو سلام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ بریلوی حضرات کے قائدِ اعظم مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

''...... کنکیا [پتنگ] اڑانے میں وقت ومال کا ضائع کرنا ہوتا ہے، یہ بھی گناہ کے آلات ہیں، کنکیا ڈور (مانجا وغیرہ) بیچنا بھی منع ہے، اصرار کریں، تو ان سے بھی ابتداءِ سلام نہ کی جائے''۔ (احکام شریعت حصہ ۳/ ۲۳۵)

کچھ تو غور کیجیے!

ایک طرف ہمارے لیے دینِ اسلام کی تعلیمات ہیں دوسری طرف ہمارا یہ بدترین عمل ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کی ان تعلیمات کو بار، بار پڑھیں اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں! کیا ہمیں اپنے

مسلمان ہونے کا کچھ پاس ولحاظ ہے؟ کیا اس طرح کے بدترین عمل کرنے کے بعد بھی ہم اپنے نبی سے عشق ومحبت کے دعوے میں سچے ثابت ہوسکیں گے؟

اگر نہیں -اور یقیناً نہیں -تو ہمیں آج ہی اپنے اس فعلِ بد سے توبہ کرلینی چاہیے!اور جولوگ بتوفیقِ خداوندی اس گناہ سے محفوظ ہیں، انھیں دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے،اور اپنے فریضے سے غافل نہیں ہونا چاہیے! تا کہ:

(۱) ہمارا شمار اور ہمارا حشر گستاخانِ رسول کے ساتھ نہ ہو؛ کیوں کہ رسولِ کریم کا فرمان ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (مشکوۃ۳۷۵) جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ انھیں میں سے ہوتا ہے۔اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ گستاخِ رسول حقیقت رائے کی سمادھی پر پہلی مرتبہ اس کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے پتنگ اڑائی گئی تھی۔

(۲) وقت جیسے قیمتی سرمائے کو ضائع کرکے،نمازوں اور دیگر دینی ودنیوی امور سے غافل نہ ہوں!

(۳)اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچے رہیں،جس کا﴿ **لَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ**﴾ [البقرۃ:۱۹۵] میں حکم دیا گیا ہے۔

(۴) فضول خرچی سے بچے رہیں،اور فضول خرچی کرکے شیطان کے بھائی نہ بنیں!

(۵) دوسروں کو نقصان پہنچانے والے نہ بنیں،تا کہ مستحقِ لعنت ہونے سے ہماری حفاظت رہے۔

(۶) دوسروں کا مال لوٹنے اوران کی دل آزاری سے بچیں۔

(۷) دوسروں کے لیے گناہ کا سبب بن کر﴿ **فَبَاءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ**﴾ [البقرۃ:۹۰] غضب بالائے غضب کے مستحق نہ ہوں۔

(۸) پتنگ بازی کو سامانِ تفریح قرار دے کر،شریعت سے کھلواڑ کرنے کے مجرم نہ ہوں۔

(۹) اگر ہم اس گناہ سے محفوظ ہیں،تو دوسروں کو سمجھا کر اور اس سے روک کر،حدیث کی رو سے اپنے بھائی کے لیے آئینہ اور خیر خواہ بنیں۔اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: **اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أخُو الْمُؤْمِنِ.** (ترمذی، مشکوۃ)

یعنی مؤمن مؤمن کے لیے آئینہ ہے،اور مؤمن مؤمن کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت پوری امتِ مسلمہ کو اسلامی تعلیمات سے واقف ہونے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

○❖○

ذمہ دار مؤمن کے لئے نبوی ہدایات

از: مولانا فصاحت حسین قاسمی اُستاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

''اسلام'' تمام مذاہب اور نظامہائے زندگی میں وہ واحد مذہب اور نظامِ زندگی ہے جس نے خادمِ خانہ اور خاک روب سے لے کر سربراہِ مملکت تک ہر ادنیٰ واعلیٰ فرد کی تمام شعبہائے حیات میں انفرادی واجتماعی ذمہ داریوں کوتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، دنیا کا کوئی نظام اس لحاظ سے دین اسلام کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہمیں رہنمائی حاصل ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، اَلإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ أَبِيْهِ، وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

(رواه البخاری ۱/۱۲۲، رقم: ۸۸۳)

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، امام نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے، تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔

''راعی'' ایسے شخص کو کہتے ہیں جو حفاظت ونگہبانی کرتا ہے، جب کہ ''رعیت'' اس کو کہتے ہیں جو

محافظ کی حفاظت ونگہبانی میں ہو، چنانچہ کسی ملک کے باشندوں کو اس ملک کے حکمراں کی رعیت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سب حکمراں کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ: ہر فرد اپنی اپنی جگہ نگہبان اور ذمہ دار ہے، مثلاً مرد کے لئے اس کے اہل خانہ رعیت ہیں، عورت کے لئے خاوند کا گھر بار اور اس کے بچے رعیت ہیں اور غلام کے لئے مالک کا مال رعیت ہے۔

الغرض ہر فرد بشر اپنے آپ میں ایک حکمراں اور سربراہ ہے؛ اس لئے کہ اس کی کچھ نہ کچھ رعیت ہوتی ہے جو اس کے تابع فرمان ہوتی ہے؛ اسی لئے قیامت کے دن ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔

سربراہ مملکت کی ذمہ داری

سربراہِ حکومت اپنے زیرِ نگیں ہر فرد کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ بذات خود یا اپنے نمائندوں کے ذریعہ اپنے ماتحتوں کے احوال کی نگرانی، ان کی ضروریات کی تکمیل کی فکر، ان کی غمی وخوشی میں شرکت، ان کے لئے پرامن ماحول اور روشن مستقبل کا بندوبست، نیز روزگار کے بہتر مواقع کی فراہمی، انہیں پیش آمدہ مشکلات کا حل، اندرونی وبیرونی دشمنوں سے مقابلہ اور زمینی وآسمانی آفات سے بچاؤ کی تدابیر کرتا ہے۔ یہ اپنی رعیت کے تعلق سے ایک حکمراں کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں؛ کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے امام وامیر مملکت کو نگہبان اور اپنی رعیت کا ذمہ دار قرار دیا ہے، نیز اس کی ذمہ داریوں کو شمار کرا کر ان کی حدود کا تعین کیا ہے۔

اسی کے ساتھ رعیت کو بھی اس بات کا مکلّف قرار دیا گیا ہے کہ موافق شرع امور میں سربراہ کی اطاعت کرے، محض عناد وہٹ دھرمی اور نفسانیت کی وجہ سے اس سے سرکشی نہ کرے۔

اَلــرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ رَعِيَّتِهٖ: مرد یعنی سربراہ خانہ اپنے افراد خانہ کا محافظ ونگراں ہوتا ہے، ان کے لئے مناسب رہائش، حسب استطاعت کھان پان، لباس وپوشاک فراہم کرنا اور تعلیم وتربیت، حسن معاشرت نیز دارین بالخصوص آخرت کی فلاح کا باعث بننے والے طرزِ زندگی کی طرف رہنمائی کرنا اور دیگر مصارف ضروریہ برداشت کرنا اس کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔

اسی طرح افرادِ خانہ کے لئے بھی اپنے خانگی سربراہ کی قولاً وفعلاً تعظیم کرنا، مشروع امور میں اس کی اطاعت کرنا اور اس کی ایذاء رسانی سے گریز کرنا ضروری ہوتا ہے، نیز عورت یعنی بیوی بھی اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار بھی ہے اور جواب دہ بھی، خاوند کے مال وآبرو کی حفاظت، امور خانہ کا انتظام اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا اس کا دینی واخلاقی فریضہ ہے۔

الغرض حضرت نبی اکرم ﷺ نے مرد وزن کی جدا جدا ذمہ داریاں بیان کی ہیں، نیز اولاد کے بارے میں والدین کی اور والدین کے بارے میں اولاد کی ذمہ داریوں کا تعین بھی فرمایا ہے۔

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: آں حضرت ﷺ نے جس طرح خادم وملازم کے حقوق بیان کئے ہیں اسی طرح ان کو اپنے مالک وآقا کے مال کا محافظ وامین بھی قرار دیا ہے؛ لہٰذا کسی بھی خادم کے لئے امانت کے فریضۂ حفاظت کی ادائیگی ناگزیر ہے۔

یہ راعی ورعیت کی چند مثالیں ہیں، ورنہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام میں کوئی شخص بھی راعی ورعیت کے دائرہ سے خارج نہیں ہے، حتی کہ ایک ہی شخص ایک اعتبار سے راعی اور دوسرے اعتبار سے رعایا میں شمار ہوتا ہے، جیسا کہ ایک ہی فرد ایک اعتبار سے بیٹا اور دوسرے اعتبار سے باپ ہوتا ہے اور اگر بظاہر کسی راعی کے زیر نگیں کسی بھی نوعیت کی رعیت نہ ہو تب بھی وہ جواب دہ ہوگا؛ اس لئے کہ کم از کم وہ اپنی عقل واحساسات، جسم واعضاء اور صلاحیتوں کا ذمہ دار ہے؛ کیونکہ ہر راعی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعیت کی خواہ کسی بھی شکل میں ہو دنیوی زندگی میں تاحیات نگہداشت رکھے اور احساسِ جوابدہی کے ساتھ برتاؤ کرے، تاکہ آخرت میں بوقت سوال خلاصی اور چھٹکارہ پاسکے۔ ○❖○

تمنائے حرم

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو ☆ دن رات پھر لبوں پر درود و سلام ہو

پھر ذکر لا الٰہ میرا حرزِ جان ہو ☆ اور وقت واپسی یہی میرا کلام ہو

محراب مصطفیٰ ﷺ میں ہو معراج سر نصیب ☆ پھر سامنے وہ روضۂ خیر الانام ہو

پھر سے مواجہ میں درود و سلام کا ☆ پُر کیف وہ نظارۂ ہر خاص و عام ہو

پھر کاش میں مکینِ درِ مصطفیٰ ﷺ بنوں ☆ فضلِ خدا سے روضۂ جنت مقام ہو

جس کو وہ خود یہ کہدیں کہ میرا غلام ہے

دوزخ کی آنچ اس پہ یقیناً حرام ہو

نشہ اور اس کے نقصانات

مفتی عبدالمتین صاحب قاسمی استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اخلاقی وسماجی خرابیاں اس وقت معاشرے میں بہت تیزی کے ساتھ اپنے پیر پسار رہی ہیں، ان میں سرفہرست منشیات جیسے شراب، چرس، گانجا، افیم وغیرہ کا نشہ ہے، جس نے معاشرے میں بداخلاقی وجرائم کو فروغ دیا ہی ہے ساتھ ساتھ گھروں میں جو فساد پیدا ہوا ہے وہ کسی قیامت سے کم نہیں، نشہ رشتے، ناطے، صحت، تندرستی، کاروبار سب کو دھیرے دھیرے دیمک کی طرح کھاتا جاتا ہے اور اکثر لوگوں کو اس وقت احساس ہوتا ہے جب وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

نشہ کی رفتار کا اندازہ ۲۰۱۸ کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے کہ پورے ملک میں تقریباً ۱۶ کروڑ افراد الکوحل کا استعمال کرتے ہیں، آل انڈیا انسٹیٹیوٹ کے سروے کے مطابق ۸۵۰۰۰۰ لاکھ لوگ انجکشن کے ذریعہ ڈرگس لیتے ہیں اور سونگھ کر نشیلی ادویات استعمال کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۲۳۰۰۰۰ لاکھ ہے۔ (یہ تقریباً چار سال پہلے کے اعداد وشمار ہیں، اب تو یہ تعداد کافی زیادہ ہو چکی ہوگی)۔

نشہ کے اسباب

نشہ کا کوئی ایک سبب نہیں ہے، مختلف لوگ الگ الگ وجوہات کی بنیاد کی بنا پر اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بری صحبت: مشہور ہے "صحبت صالح ترا صالح کند، صحبت طالح ترا طالح کند" نیک اور شریف لوگوں کی ہم نشینی نیک بناتی ہے اور بداخلاقوں کی صحبت بد بناتی ہے، جب کوئی انسان خواہ شریف ہی کیوں نہ ہو، کسی بدکردار کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ چند ہی دنوں میں اسکا اثر بھی قبول کرنے لگتا ہے، اور ان اعمال کی برائی اسکے دل سے نکل جاتی ہے پھر دھیرے دھیرے وہ بھی ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، چنانچہ اکثر نوجوانوں میں نشہ کی عادت نشہ کرنے والوں کی صحبت سے ہی پڑتی ہے وہ دشمن بشکل دوست اس کو دوستی کا واسطہ دے کر اپنے جیسا بنانے کیلئے شروع میں تھوڑا نشہ کراتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ یہ اس کی عادت بن جاتی ہے۔

(۲) اہل خانہ کی لاپرواہی: نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. (بخاری ۲/۷۸۳) تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم سے تمہاری رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

دنیا میں جس کو جو ذمہ داری دی گئی ہے قیامت میں اسکے متعلق باز پرس ہوگی، والدین اپنی اولاد کی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ اگر انکی کوتاہی و لاپرواہی کے سبب اولاد غلط راستہ اختیار کرتی ہے تو اسکے ساتھ ساتھ وہ بھی جواب دہ ہوں گے۔ آج کے ماحول میں تربیت کے تعلق سے بہت لاپرواہی پائی جاتی ہے۔ اکثر والدین کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ہمارا جگر پارہ کہاں جاتا ہے کیا کرتا ہے اسکے دوستوں کا گروپ کیسا ہے۔ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، رات اگر دیر سے آتا ہے تو کیوں آتا ہے، ان سب باتوں کی کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ اور جب وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور سمجھانے سے بھی باز نہیں آتا، تو والدین خون کے آنسو روتے ہیں۔

نشہ کے دنیوی واخروی نقصانات

(۱) صحت و مال کی بربادی: نشہ کا عادی شخص مختلف بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے، معدہ، جگر، گردے سب متأثر ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ بھوک نہیں لگتی جس کے سبب کمزوری بڑھتی جاتی ہے، اور پھر وہ نہ کھانے کا رہتا ہے نہ کمانے کا اور جو جمع پونجی ہوتی ہے وہ سب بیچ بیچ کر ختم کر ڈالتا ہے، خود بھی روتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی رلاتا ہے۔

(۲) گھریلو زندگی کی تباہ حالی: گھریلو زندگی برباد ہو جاتی ہے، گھر میں آئے دن جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، اگر اس کو روکا، ٹوکا جاتا ہے تو مار پٹائی کرتا ہے، بعض دفعہ تو جان لینے کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔

نشہ بالذات خود بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے اسکی قباحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. (المائدۃ: ۹۰) یہ گندہ شیطانی عمل ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ. (البقرۃ: ۲۱۹) نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ شراب اور جوا گناہ کبیرہ ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ نشہ ایسا گناہ ہے جو دیگر گناہوں کا بھی سبب بنتا ہے، یہ حرام کمائی حتی کہ زنا، قتل، جیسے گناہوں میں انسان کو مبتلا کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں پہلی امتوں میں سے ایک عبادت گزار شخص کا سبق آموز واقعہ مذکور ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شراب کس طرح دوسرے بڑے بڑے گناہوں کا ذریعہ بنتی ہے، حتی کہ ایمان کے چلے جانے کا بھی خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

عَنْ عُثْمَانَؓ يَقُولُ: اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَاِنَّهَا اُمُّ الْخَبَائِثِ، اِنَّهُ كَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ خَلَا قَبْلَكُمْ تَعَبَّدَ، فَعَلِقَتْهُ امْرَأَةٌ

حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا: شراب سے بچو کیونکہ یہ خباثتوں کی جڑ ہے پہلے زمانہ میں ایک عابد انسان اسے ایک حسین وجمیل عورت نے اپنے دام

غَوِیَّةٌ فَأَرْسَلَتْ اِلَیْهِ جَارِیَتَهَا، فَقَالَتْ له: اِنَّا ندعُوک لِلشَّهَادَةِ، فَانْطَلَقَ مَعَ جَارِیَتِهَا، فَطَفِقَتْ کُلَّمَا دَخَلَ بَابًا اَغْلَقَتْهُ دُوْنَهُ، حَتّٰی اَفْضٰی اِلٰی اِمْرَأَةٍ وَضِیئَةٍ، عِنْدَهَا غُلَامٌ وَبَاطِیَةُ خَمْرٍ، فقالت: وَاللّٰهِ مَا دَعَوْتُکَ لِلشَّهَادَةِ، وَلٰکِنْ دَعَوْتُکَ لِتَقَعَ عَلَیَّ، اَوْتَشْرَبَ مِنْ هٰذِهِ الْخَمْرَةِ کَاْسًا، اَوْ تَقْتُلَ هٰذَا الغلامَ، قَالَ: فَاسْقِیْنِیْ مِنْ هٰذ الْخَمْرِ کَاْسًا، فَسَقَتْهُ کَاْسًا، قَالَ: زِیْدُوْنِیْ، فَلَمْ یَرِمْ حَتّٰی وَقَعَ عَلَیْهَا، وَقَتَلَ النَّفْسَ، فَاجْتَنِبُوا الْخَمْرَ، فَاِنَّهَا وَاللّٰهِ لَایَجْتَمِعُ الایمانُ وَاِدْمَانُ الْخَمْرِ اِلَّا لَیُوْشِکُ اَنْ یَخْرُجَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ.

(نسائی ۲/۲۸۲، رقم: ٥٦٨٢، زکریا)

فریب میں مبتلا کرنا چاہا، اور اپنی ایک باندی کو اس کے پاس بہانہ سے بھیجا کہ تم کو گواہی دینے کے لئے بلا رہی ہوں۔ وہ عابد چلا گیا، جب وہ اندر جاتا تو باندی پیچھے سے دروازہ بند کرتی چلی جاتی حتی کہ وہ ایک نہایت حسین وجمیل عورت کے پاس پہنچا اس کے پاس ایک لڑکا اور شراب کا پیالہ تھا اس نے کہا کہ میں نے تجھے گواہی کے لئے نہیں بلایا، میرا مقصد یہ ہے کہ یا تو تو مجھ سے زنا کر یا شراب پی یا اس بچے کو قتل کر۔ اس نے کہا کہ مجھے شراب کا جام پلاؤ اس عورت نے اسے جام شراب پلا دیا جب ایک جام پلایا تو کہنے لگا مزید پلاؤ پھر پیتا رہا یہاں تک کہ بدمست ہوکر اس عورت سے بدکاری کی اور اس لڑکے کو قتل بھی کر دیا۔ لہذا شراب سے بچو کیونکہ خدا کی قسم شراب پینا اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے الا یہ کہ دونوں میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی کو نکال دے یعنی ایمان غالب ہو تو شراب نہیں ہوگی، شراب غالب ہوگی تو ایمان نہ رہیگا۔

یہ چند بنیادی خرابیاں ہیں، اگر ہم خود کو اور اعزاء واقرباء کو اس بری لت سے بچانا چاہتے ہیں تو اولاً خوف خدا دلوں میں پیدا کریں، بری صحبت سے خود بھی بچیں انکو بھی بچائیں اپنی اولاد کی بھرپور نگرانی کریں ذہنی تناؤ سے بچنے کے لئے اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کریں، تلاوت کلام اللہ، ذکر واذکار کی عادت ڈالیں۔

سوچیں! ہم کس نبی کے امتی ہیں جو شراب کو مٹانے کے لئے آئے تھے۔ ان صحابہ کے نام لیوا ہیں جنہوں نے ایک اشارہ پر مدینہ سے شراب کا نام ونشان مٹا دیا تھا۔

یاد رکھیں! جو لوگ اس میں مبتلاء ہیں وہ صرف اپنی عزت کا جنازہ نہیں نکالتے بلکہ اسلام کی بدنامی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

○❖○

طائف میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

مولانا مفتی ابوجندل قاسمی اُستاذ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر

طائف میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ترجمان القرآن **''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما''** ہیں۔ابوالعباس شہاب الدین احمد بن خلیل المعروف بابن اللّبّودیؒ (متوفی ۸۹۶ھ) اپنی کتاب ''النجوم الزواھر فی معرفۃ الاواخر'' میں فرماتے ہیں: **''آخرُ الصحابة موتًا بالطائف عبد الله بن عباس رضي الله عنهما ابن عم النبي صلى الله عليه وسلم حِبرُ الأمة وترجمانُ القرآن''.** (النجوم الزواهر ص: ۷۱)

نام ونسب:- نام:عبداللہ،کنیت:ابوالعباس،لقب: **البحر**،**حَبرُ الأمة** اورترجمان القرآن، نسبت: القرشی، الہاشمی۔ والد کا نام: عباس۔ ماں کا نام: ام الفضل لبابہ کبریٰ بنت الحارث ہے، جوام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن اوراسماء بنت عمیس ،سلمٰی بنت عمیس اورام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن کی اخیافی بہن تھی۔ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ (اسدالغابہ۳/۲۹۲ترجمہ:۳۰۳۷،اسدالغابہ۷/۱۳ترجمہ اَسماء بنت عمیسؓ ۷/۱۳۰،ترجمہ زینب بنت خزیمہؓ،الاستیعاب۲/۵۶۳،ترجمہ لبابہؓ)

ولادت وتحنیک:- آپ کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ۶۱۹ء میں مکہ مکرمہ میں شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے زمانے میں ہوئی، ولادت کے بعد آپ کوحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں لایا گیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن سے تحنیک فرمائی۔

اِمام التفسیر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کے ذریعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی تحنیک کی گئی ہو۔

(اسدالغابہ۳/۲۹۲،تاریخ دمشق ۲۹/۲۸۸ترجمہ:۳۳۶۳،الاعلام للزرکلیؒ ۴/۹۵)

اِسلام:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے ایک صحابیہ کی آغوش میں آنکھیں کھولیں۔

چناں چہ اِمام بخاریؒ فرماتے ہیں: ’’وَكَانَ ابْنُ عباسٍ رضي اللّٰه عنهما مَعَ أُمِّهٖ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيْهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهٖ‘‘. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز / باب إذا أسلم الصبي فمات هل يُصَلّى عليه) یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ (مؤمن) تھے، اُن کا شمار اُن کمزوروں اور معذوروں میں تھا جو ہجرت نہیں کر سکتے تھے، اور وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے دین پر نہیں تھے۔

ہجرت:- آپ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اگر چہ اسلام کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے، مگر اسلام نہیں لائے تھے، آپ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے، اور اُسی موقع پر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ’’آخر المہاجرین‘‘ فرمایا، اگر چہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ہجرت سے قبل ایمان لے آئے تھے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔

(اسد الغابہ/ تذکرۂ عباسؓ ۳/ ۱۶۴، طبقات ابن سعد/ الطبقۃ الثانیۃ من المہاجرین ۴/ ۹، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۳۳۳، تحفۃ القاری ۴/ ۱۱۳)

رسول اللہ ﷺ کی دعاء:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ بچے تھے، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تیرہ سال کی عمر تھی، لیکن نہایت ذہین وفطین اور سمجھ دار تھے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار آپ کو دعاؤں سے نوازا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’ضَمَّنِيْ إِلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ‘‘. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سے ملایا اور فرمایا: ’’اے اللہ! عبداللہ کو حکمت ودانائی عنایت فرما‘‘۔ ایک اور حدیث شریف میں جو بواسطۂ عطاءؒ مروی ہے: ’’حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ میرے لئے حکمت ودانائی کی دعاء فرمائی ہے‘‘۔ (سنن الترمذی ۲/ ۲۲۲)

حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِیْلَ. اے اللہ! عبداللہ کو دین کی سمجھ عطاء فرما، اور قرآن کریم کی تفسیر کا علم عنایت فرما۔ (مسند احمد ۴/۲۲۵ حدیث: ۲۳۹۷)

اس سلسلے کے دو واقعات درج ذیل ہیں:

(۱) ماقبل میں یہ بات آئی ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں، چناں چہ کبھی کبھی رات میں آپؓ انہی کے گھر سو جاتے، بسا اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوتا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وضوء کے لئے یا استنجاء کے لئے (بیت الخلاء کے دروازے کے متصل) پانی رکھ دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: یہ پانی کس نے رکھا؟ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: عبداللہ نے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر دعاء دی: ''اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ''. اے اللہ! عبداللہ کو دین کی سمجھ عطاء فرما۔ (صحیح البخاری/باب وضع الماء عند الخلاء ۱/۲۶ حدیث: ۱۴۳)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کے آخری پہر آیا، اور آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھنی شروع کی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کرلیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوگئے میں پھر پیچھے کو کھسک گیا، آپ نے فارغ ہوکر دریافت فرمایا کہ: ''کیا بات ہے میں تمہیں اپنے برابر میں کھڑا کر رہا ہوں اور تم پیچھے کو کھسک رہے ہو''؟ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ کے برابر میں کھڑا ہونا کسی کے لئے مناسب ہے حالاں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''؟ میرا یہ جواب آپ کو بہت پسند آیا اور میرے لئے زیادتی علم وفہم کی دعاء فرمائی۔ (مسند احمد ۵/۱۷۸ حدیث: ۳۰۶۰، الاصابہ ۴/۱۲۴)

خلافتِ راشدہ کے زمانے میں:- ○ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے، اور قریب رکھتے، یہاں تک کہ نوعمر ہونے کے باوجود اپنی مجلس شوریٰ کا (جس میں اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے) آپ کو ایک رکن بنا رکھا تھا، مسائل میں اور قرآن کریم کی آیات میں اُن کی رائے معلوم کرتے، جھجکنے پر اُن کی ہمت بڑھاتے، چناں چہ ایک موقع پر فرمایا: ''یَاابْنَ اَخِیْ قُلْ وَلَا تُحَقِّرْ نَفْسَکَ''. بھتیجے! بولو اور اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو۔ (صحیح بخاری ۲/۶۵۱ حدیث: ۴۵۳۸)

○ اِمام شعبی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ: مجھ سے

میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تم کو بہت قریب رکھتے ہیں تو میری طرف سے تین باتیں یاد رکھنا: (۱) اُن کے کسی راز کو کبھی ظاہر مت کرنا۔ (۲) اُن کے سامنے کسی کی غیبت مت کرنا۔ (۳) وہ کبھی تم پر جھوٹ کا تجربہ نہ کریں، یعنی اُن کے سامنے کبھی جھوٹ مت بولنا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۴۶/۳)

○ خود فرماتے ہیں کہ: ’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بدر کے بڑے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ شامل کیا کرتے تھے، اس پر بعض حضرات نے کہا کہ: آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں حالاں کہ ہمارے بھی اس کے ہم عمر لڑکے ہیں؟ (مگر آپ اُن کو نہیں بلاتے، اور یہ مقام اُن کو نہیں دیتے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو، یعنی عبداللہ کا علمی مقام تم کو بھی معلوم ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: پھر ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور مجھے بھی بلایا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کا بلانا اُن کے سامنے میرا علمی مرتبہ واضح کرنے کے لئے تھا، اُس کے بعد سورۂ نصر پڑھ کر اس کا مطلب دریافت کیا، بعض نے کہا کہ: جب ہماری مدد ہو اور ہمیں فتح نصیب ہو تو اس سورت میں ہمیں تسبیح وتحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے، بعض نے لاعلمی ظاہر کی، جب کہ بعض خاموش رہے، اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابن عباس! کیا تم بھی ایسی ہی بات کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات کی اطلاع دی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب فتح آجائے یعنی فتح مکہ، تو یہ آپ کی موت کی علامت ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میں بھی اس سورت کا یہی مقصد سمجھتا ہوں‘‘۔ چناں چہ اس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علمی مقام اکابر صحابہ کرامؓ کے سامنے واضح ہو گیا۔ (صحیح البخاری ۵۱۲/۱ حدیث: ۳۶۲۷-۲/۶۱۵ حدیث: ۴۲۹۴)

○ خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ والیٔ مصر کی سرکردگی میں افریقہ (جس کا حاکم قیصرِ روم کی طرف سے ’’جُرجیر‘‘ نامی شخص تھا، جو نہایت مغرور ومتکبر بادشاہ تھا، طرابلس سے طنجہ تک اس کی حکومت تھی) پر فوج کشی ہوئی، جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی مقدمۂ لشکر کے امیر کی حیثیت سے شریک ہوئے، اسی

موقع پر آپ کا شاہِ افریقہ "جُرجِیر" سے مکالمہ ہوا، جرجیر کو آپ سے بات کرکے آپ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ ہوا، اور اُس نے کہا: "آپ "حَبرِ عرب" (عرب کے بڑے اور ماہر عالم) ہیں۔ (الاصابہ ۴/۱۲۲، سیر اعلام النبلاء/سیر الخلفاء الراشدین ص:۱۷۱)

○ ۳۵ھ میں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے، اس لئے آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر الحج بنا کر بھیجا، چناں چہ اس سال آپ کی امارت میں لوگوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ (الاصابہ ۴/۱۲۹، تاریخ طبری ۴/۴۰۵، ۳۵ھ کے واقعات)

○ جس وقت آپ کی واپسی ہوئی تو انہی ایام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر چکے تھے، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر بارِ خلافت آ گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعض اہم امور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا، آپ نے حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو مناسب مشورے دئے، جس کی تفصیل تاریخ طبری ۴/۴۳۸-۴۴۱ میں ہے۔

○ جنگ جمل اور جنگ صفین میں آپؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کی، اور دونوں معرکوں میں ایک فوج کے ساتھ شریک ہوئے، جنگ صفین میں آپ کو میسرہ کا افسر مقرر کیا گیا، اور حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ بصرہ کے گورنر بھی بنائے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۵۳، الاصابہ ۴/۱۲۹)

طائف کی سکونت:- ایک قول کے مطابق آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں بصرہ کی امارت چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے آئے (جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ بصرہ کے امیر رہے) اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ بنا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، پھر جب یزید کا انتقال ہو گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے لئے بیعت لی، اور اسلامی مملکت کا تقریباً دوتہائی حصہ اُن کے زیرنگین آ گیا،

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ (جو مکہ مکرمہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے سے مقیم تھے) اُن سے بیعت کا مطالبہ کیا، انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ: "ہم اس وقت بیعت کریں گے جب سب لوگ کسی ایک خلیفہ پر متفق ہو جائیں گے"، اور بھی بہت سے لوگ اس بارے میں اُن کے ہم نوا ہو گئے، حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اُن پر سختی کی اور قید کر دیا، مختار بن ابی عبید ثقفی (جس کا کوفہ پر تسلط ہو گیا تھا) کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک لشکر لے کر آیا اور ان دونوں کو رہائی دلائی، پھر اُس نے ان دونوں سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کی اجازت طلب کی، دونوں نے اس سلسلے میں اس کو اجازت نہیں دی، اور دونوں طائف چلے گئے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للامام ابی العباس احمد بن محمد القسطلانیؒ / کتاب التفسیر ۱۰/۲۵۸ حدیث: ۴۶۶۴، اسد الغابہ ۳/۲۹۳-۲۹۴، طبقات ابن سعد/ طبقہ خامسہ ۶/۳۲۸)

حصول علم کا شوق:- آپ کو علم حاصل کرنے کا بے حد شوق اور لگن تھی، طلب علم میں اُن کے یہاں قناعت پر عمل نہیں تھا، بلکہ ایک ایک حدیث شریف کو حاصل کرنے کے لئے کئی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے، فرماتے ہیں: "اِنْ كُنْتُ لَأَسَالُ عَنِ الامْرِ الْوَاحِدِ ثَلٰثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم" میں ایک حدیث یا ایک مسئلے کو تیس تیس صحابہ کرامؓ سے معلوم کرتا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۴)

آپ خود اپنے طلب علم کا حال بیان فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وفات ہو گئی، اور ابھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت موجود ہے، آؤ! اُن سے پوچھ پوچھ کر علم حاصل کریں"، اُن انصاری صحابی نے کہا: "ابن عباس! تم پر تعجب ہے، کیا ان اکابر صحابہ کرامؓ کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تمہارے محتاج ہوں گے"؟ غرض یہ کہ وہ تو اس کے لئے تیار نہیں ہوئے، اور میں نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جا جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننا اور علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔

اس سلسلے میں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث فلاں صحابی کے پاس ہے، تو میں اُن کے گھر پہنچتا، معلوم ہوتا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں، یہ سن کر میں اپنی چادر بچھاتا، اور اُن کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتا، ہوائیں میرے سر اور جسم پر گرد و غبار ڈال دیتیں، اتنے میں وہ صحابی نکل آتے، اور مجھے اس حال میں دیکھ کر کہتے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ میں وہیں حاضر ہو جاتا، میں کہتا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے میں وہ حدیث شریف آپ سے حاصل کرنے آیا ہوں، اور اس کام کے لئے میرا آنا ہی زیادہ مناسب تھا"۔ فرماتے ہیں کہ: میری طالب علمی کا یہ سلسلہ جاری رہا، آخر ایک وقت ایسا آیا کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو گئے اور لوگ طلب علم کے لئے میرے

پاس آنے لگے، یہ دیکھ کر اُن انصاری صحابی نے کہا: ''یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقل مند نکلا''۔ (مسند دارمی/ باب الرحلۃ فی طلب العلم الخ ۱/۲۱۶ حدیث: ۵۷۹، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴/۱۲۵)

آپؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال:- آپ ایسے بحرِ علوم تھے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو آپ پر مکمل اعتماد تھا، اور آپ کے بارے میں اُن حضرات کے نہایت بلند اقوال ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

○ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ آپؓ سے بہت زیادہ محبت فرماتے، اور آپ کو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بٹھاتے، نیز آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ذٰلِکَ فَتَی الْکُھُوْلِ لَہٗ لِسَانٌ سَئُوْلٌ وَقَلْبٌ عَقُوْلٌ'' یعنی وہ ایسے نوجوان ہیں جن کو پختہ عمر لوگوں کا فہم وبصیرت حاصل ہے، اُن کی زبان علم کی جویا اور اُن کا دل بڑا دانش مند ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۵، الاصابہ ۴/۱۲۵)

○ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مَارَأَیْتُ أَحَدًا اَحْضَرَ فَھْمًا وَلَااَلَبَّ لُبًّا وَلَااَکْثَرَ عِلْمًا وَلَا أَوْسَعَ حِلْمًا مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الخ'' یعنی میں نے عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ حاضر دماغ، عقل مند، صاحب علم اور اُن سے زیادہ حلیم وبردبار شخص نہیں دیکھا، (فرماتے ہیں کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کو بلاتے اور کہتے کہ: ایک مشکل مسئلہ پیش آچکا ہے، پھر اُن کے قول کے مطابق ہی عمل کرتے، حالاں کہ اُن کی مجلس میں بدری صحابہ کرامؓ بھی موجود ہوتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۷)

○ مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''لَقَدْ أُعْطِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَھْمًا وَلَقَنًا وَعِلْمًا، مَاکُنْتُ أرٰی عُمَرَ یُقَدِّمُ عَلَیْہِ أحَدًا''. (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۷) یعنی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کو فہم، بات کو جلدی سمجھنا اور یاد رکھنا نیز علم عطاء کیا گیا ہے، میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کو آگے بڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نِعْمَ تَرْجَمَانُ الْقُرْاٰنِ اِبْنُ عَبَّاسٍ لَوْ أَدْرَکَ أَسْنَانَنَا مَا عَاشَرَہٗ مِنَّا أَحَدٌ''. (تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۰ ترجمہ: ۱۸، الاصابۃ ۴/۱۲۶) یعنی ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بہترین مفسرِ قرآن ہیں، اگر وہ ہم لوگوں کی عمر پاتے تو ہم میں سے کوئی بھی اُن کے ہم سر نہیں ہوسکتا تھا۔ (جاری)

○❖○

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصورپوری

خیار عیب کے مسائل

مبیع کی واپسی کے بجائے نقصان کی تلافی کا حکم

خیار عیب میں اصل ضابطہ تو یہی ہے کہ مبیع میں عیب ظاہر ہونے پر حسبِ شرائط مبیع واپس کرکے اپنا دیا ہوا ثمن وصول کرلے؛ لیکن بسا اَوقات مشتری کے قبضہ کے بعد مبیع میں اِس طرح کے تغیرات پیدا ہوجاتے ہیں کہ جن کی وجہ سے مبیع کی واپسی متعذر ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں شریعت نے حتی الامکان نقصان کی تلافی کے لئے مشتری کو رجوع بالنقصان کی اِجازت دی ہے، یعنی عیب دار اور غیر عیب دار کی قیمت میں جو فرق ہو، وہ مشتری بائع سے واپس لے لے۔ (فقہ البیوع ۲/۸۲۰)

الأصل في خيار العيب إذا ثبت بشروطه أن المشتري يحق له أن يرد المبيع إلى البائع، ويُطالبه برد الثمن كله. ولكن قد تحدث في المبيع حالات يتعذر بسببها رد المبيع إلى البائع، وتسمى ”موانع الرد“. والأصل في حالة حدوث مانع من موانع الرد الآتية أن المشتري لا يحق له رد المبيع إلى البائع، ولكن يجوز له أن يطالبه بفرق القيمة بين المعيب وغير المعيب. وهذا الفرق يسمى في اصطلاح الفقهاء ”أرشًا“ أو ”ضمان النقصان“. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ۲/ ۸۲۰ دار المعارف ديوبند)

بائع کے پاس مبیع کا ہلاک ہوجانا

اگر عقد بیع کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس رہتے ہوئے ہی مبیع ضائع ہوگئی، تو بیع کا معاملہ ختم ہوجائے گا، اَب اگر مشتری ثمن اَدا کرچکا تھا تو بائع اُسے واپس کرے گا، اور اگر ابھی ثمن اَدا نہیں ہوا تھا، تو مشتری کے ذمہ سے اُس کی اَدائیگی ساقط ہوجائے گی۔

المانع الأول: هلاک المبيع. فإن هلک المبيع بيد البائع قبل التسليم، امتنع الرد لفوات المحل، وانفسخ العقد، وليس للبائع أن يُطالب المشتري بالثمن، ويجب عليه رده إن كان قبضه؛ لأن الهلاک إنما وقع في حينٍ كان المبيعُ فيه في ضمان البائع. (فقه البيوع، المبحث الثامن / هلاك المبيع ۲/ ۸۲۱ دار المعارف ديوبند)

مشتری کے پاس عیب دار مبیع کا ہلاک ہونا

اگر مبیع میں عیب ظاہر ہوگیا تھا اور حسب شرائط مشتری کو واپسی کا حق حاصل تھا؛ لیکن واپسی سے قبل ہی وہ مبیع ہلاک ہوگئی ہے، تو ایسی صورت میں مشتری کو بائع سے عیب کے نقصان کی تلافی کا حق ہوگا۔ (فقہ البیوع ۸۲۲/۲)

أما الحنفية، فالظاهر من كلامهم أنهم لا يفرقون بين أسباب الهلاک، بل يمتنع الرد ويجب ضمان النقصان (الأرش) في جميع صور الهلاک بآفة سماوية، سواء وقع الهلاک بسبب العيب أو بسبب غيره، مادام ذلک السبب خارجًا عن اختيار العبد. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ۸۲۲/۲ دار المعارف ديوبند)

کپڑا کاٹنے کے بعد عیب کا پتہ چلا

اگر مشتری نے کوئی کپڑا خرید کر کاٹ لیا، اُس کے بعد اُس میں کسی عیب کا پتہ چلا تو اُسے نقصان کی تلافی کا حق ہوگا۔ (البتہ اگر بائع کٹا ہوا کپڑا اُسی حالت میں واپس لینا چاہے تو اُسے اختیار رہے)

كأن اشترى ثوبًا فقط، فاطلع على عيب قديم رجع به أي: بنقصانه لتعذر الرد بالقطع، فإن قبله البائع كذلک له ذلک؛ لأنه أسقط حقه. (الدر المختار مع رد المحتار ۱۸۸/۷ زكريا)

کپڑا کاٹنے سے پہلے عیب کا علم ہونا

اگر مشتری نے کپڑا خریدا، پھر اُسے اُس کے عیب دار ہونے کا علم ہوگیا؛ لیکن اُس نے علم کے باوجود کپڑے کو کاٹ دیا، تو اَب اُسے کپڑا واپس کرنے یا نقصان کی تلافی کرنے کا حق نہ ہوگا۔

قوله: فاطلع على عيب ذكر الفاء يفيد أن القطع لو كان بعد الاطلاع على العيب لا يرجع بالنقصان ووجهه ظاهر، ويشهد له قول المصنف الآتي واللبس والركوب والمداواة رضا بالعيب الخ. (رد المحتار، قسم المعاملات / باب خيار العيب ۱۸۸/۷ زكريا، ۴۳۵/۱۴ فرفور دمشق)

کھانے کی چیز میں استعمال کے بعد عیب کا پتہ چلا

اگر مشتری نے کوئی کھانے کی چیز خریدی، پھر اُسے استعمال کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چیز عیب دار تھی، تو اُسے بائع سے نقصان کی تلافی کا حق ہوگا۔ (البتہ اگر کھانا دو برتن میں ہو، اور ایک برتن کا کھانا استعمال میں آیا ہو،

پھر عیب کا پتہ چلا تو مشتری مابقیہ برتن کا کھانا واپس کر کے اُس کے حصہ کی قیمت بائع سے وصول کرسکتا ہے)

أو كـان الـمبيـع طعـامًـا فـأكـلـه أو بـعضه أو أطعمه عبده فإنه يرجع بالنقصان استـحسـانًـا عـندهما وعليه الفتوىٰ. وعنهما يرد ما بقي ويرجع بنقصان ما أكل وعليه الـفتوىٰ. ولو كان في وعائين فله رد الباقي بحصته من الثمن اتفاقًا. (الدر المختار مع حاشية الـطـحـطـاوي، كتاب البيوع / باب خيار العيب ١٩٣/٧ دار الكتب العلمية بيروت، فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ٨٢٢/٢ دار المعارف ديوبند)

کپڑا سینے کے بعد عیب کا پتہ چلا

اگر خرید کردہ کپڑا مشتری نے کاٹ کر سی لیا، اُس کے بعد عیب کا پتہ چلا، تو وہ کپڑا واپس نہیں کرسکتا؛ البتہ نقصانِ عیب کی تلافی کرسکتا ہے۔ (اور اِس صورت میں بائع کے لئے سلا ہوا کپڑا واپس لینا بھی درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ کپڑے میں اِضافہ ہو چکا ہے)

فـلو قطعه المشتري وخاطه الخ، ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزيادة لحق الشرع لحصول الربوا. (الدر المختار / كتاب البيوع ١٩٠/٧ زكريا)

غلہ خرید کر بیچ دیا پھر عیب کا علم ہوا

اگر کسی نے بازار سے غلہ خریدا اور اُسے نفع لے کر دوسرے کو بیچ بھی دیا، پھر مشتری کو اُس کے کسی ایسے عیب کا علم ہوا جو بائع کے پاس سے آیا ہے، تو مبیع چوں کہ خریدار کی ملکیت سے نکل گئی ہے، اس لئے اب نہ تو اُس غلہ کو بائع اول کو لوٹایا جاسکتا ہے اور نہ رجوع بالنقصان کرسکتا ہے، اور اگر ابھی صرف آدھا غلہ بیچا تھا، پھر عیب کا علم ہوگیا تو مابقیہ غلہ میں نقصان کے بقدر بائع سے وصول کرسکتا ہے۔

وإن اشترى طعامًا فباعه ثم علم بعيب كان عند البائع، لا يرجع بنقصان العيب، وإن بـاع بعضه ثم وجد به عيبًا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللّٰه تعالىٰ، وبعض الروايات عن محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ: لا يرد ما بقي ولا يرجع بنقصان العيب، لافيما باع ولا فيـما بقي. وعن محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ في رواية: لا يرجع بنقصان ما باع، ويرد الباقي بـحـصـتـه مـن الثمن. وبه أخذ الفقيه أبوجعفر والفقيه أبو الليث، وعليه الفتوىٰ. (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب البيع / فصل فيما يرجع بنقصان العيب ولا يرد ٩٠/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

جامعہ کے شب وروز

مہتمم صاحب کے اسفار: ۲۰؍اکتوبر۲۰۲۲ءکو’’نشاں بینکٹ ہال‘‘ نیا گاؤں کانٹھ میں ’’قومی یکجہتی و مانوتا کا سندیش‘‘ کے تحت ہونے والے پروگرام میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت وخطاب فرمایا۔ ۲۸؍اکتوبر۲۰۲۲ءکو’’نورانی مسجد‘‘ محلّہ نواب پورہ میں سیرت کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ ۲۹؍اکتوبر۲۰۲۲ءکو دارالعلوم دیوبند کے رابطہ مدارس اسلامیہ کے دوروزہ پروگرام میں شرکت فرمائی اور موجودہ حالات وعلوم عصریہ کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ ۳-۴؍نومبر۲۰۲۲ءکو ضلع میرٹھ ومظفرنگر کا دورہ کیا، میرٹھ میں ۴؍مقامات پر اور مظفرنگر میں ۳؍مقامات پر اصلاحی خطاب فرمایا۔ ۶؍نومبر۲۰۲۲ءکو لکھنؤ میں ذمہ داران کی ایک خصوصی میٹنگ میں شرکت فرمائی اور بعد نماز مغرب شہر بلرامپور کے مرکز والی مسجد میں اصلاحی خطاب فرمایا۔ ۸-۱۱؍نومبر۲۰۲۲ءکو بہار کے مختلف اضلاع کٹیہار، پورنیہ وغیرہ میں عمومی وخصوصی پروگراموں میں خطاب فرمایا۔ ۱۵-۲۲؍نومبر۲۰۲۲ءکو بنگلہ دیش تشریف لے گئے، وہاں کے دیگر اسٹیٹ واضلاع میں ۴؍بڑے پروگرام میں دینی مدارس کی اہمیت، اکابر کی قربانیاں اور موجودہ حالات پر خطاب فرمایا۔

واردین وصادرین: جامعہ میں درج ذیل مہمانان گرامی کی تشریف آوری ہوئی: حضرت مولانا احمد لاڈ صاحب مع رفقاء دہلی، حضرت مولانا مصلح الدین صاحب، حضرت مولانا مفتی عمران اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد افضل صاحب، قاری آفتاب صاحب، قاری ارشاد صاحب اساتذہ دارالعلوم دیوبند، قاری ارشاد صاحب استاذ مدرسہ فخر العلوم گانوڑی ضلع بجنور۔

مفتی محمد رضوان استاذ جامعہ کو صدمہ: مورخہ ۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۸؍نومبر۲۰۲۲ء بروز منگل کو استاذ جامعہ وشریک مجلس ادارت ’’ندائے شاہی‘‘ جناب مفتی محمد رضوان صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا، مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند، صبر ورضا، خوف آخرت، خیر خواہی اور رحم دلی جیسی عظیم صفات کی پیکر خاتون تھیں، نیز اسی دن ان کے تایا زاد بھائی محمد عقیل صاحب غوری ہردوئی کا بھی انتقال ہوگیا تھا، اراکین ادارۂ ندائے شاہی موصوف کو اس دوہرے صدمے اور غم کی گھڑی میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور تمام قارئین سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی اپیل کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے: وصی احمد شیخ سرائے خیرآباد، حاجی صدیق خان شجاع الپور خیرآباد، والدہ مفتی بہاؤ الدین صاحب خیرآباد سیتاپور، زوجہ ڈاکٹر وصی احمد صاحب قصباتی ٹولہ خیرآباد، افتخار احمد عرف کلو شجاع الپور خیرآباد، اہلیہ حبیب احمد ترکپٹی خیرآباد، سہیل احمد ولد عبدالکریم پکاباغ خیرآباد، وصی احمد عرف پپو شیخ سرائے خیرآباد، ڈاکٹر محمد نبی بازداری ٹولہ خیرآباد، حنیف عرف بھورے بھائی کلالان قاضی سرائے نگینہ، والدہ مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب تھپوری دارالعلوم رحیمیہ اکبرآباد ضلع بجنور، پروفیسر اشفاق صاحب نوگچھیا بھاگلپور، ناصر حسین طلاق محل کانپور، والدہ خورشید عالم انصاری بسواں سیتاپور، جمال الدین کھادوالے جہانگیرآباد سیتاپور، نانی صاحبہ مولانا عبید اللہ سمریا بھاگلپور، حافظ اسعد اللہ سنڈیلہ معین الدین دیوریا، حافظ حبیب الرحمٰن پچھی پور مہاراج گنج، والدہ صاحبہ مولانا محمد فاروق سمرہ نیپال، حافظ سمیع اللہ استاذ مدرسہ سراج العلوم نوتنواں مہاراج گنج، عبداللہ بیٹریز مہاراج گنج، توحید انصاری جوگی گنج پورنیہ، والدہ مولانا محمد عمر کھوڑارے گونڈہ، عبدالسمیع والد مفتی وسیم احمد محلّہ نیم ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور، بھانجہ مولانا محمد نفیس صاحب قاسمی نانپارہ بہرائچ، چچا محمد مرسلین صاحب نانپارہ بہرائچ، محمد شاہد ولد حاجی عبدالقادر صاحب ڈونکپوری ٹانڈہ ضلع رامپور، مولانا محمد صادق صاحب مظاہری مہتمم جامعہ اشرف العلوم صفی پور ارریہ، عظیم اللہ صاحب بیلھیا بازار دیوریا، عبدالاختر صاحب بیلھیا بازار دیوریا، مولانا مقصود صاحب چندن پور مرادآباد، قاری محمد اشرف شاہی مدرس مدرسہ معارف العلوم سہسپور بجنور، محمد رضوان صاحب رنگ والے ستی بازار بارہ بنکی۔ ○❖○

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/2021-23 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of issue: 02/03/04/05/12/2022

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

طابع و ناشر عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”ندائے شاہی“ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے شائع کیا